عورت اور سماج

محمد امین حکیم

اہین بکسٹال اینڈ پبلشرز ۔ بڈشاہ چوک ۔ سرینگر کشمیر ۔

عورت اور سماج

حکیم محمد امین

پبلشر:۔

شاہین بکسٹال اینڈ پبلشرز،
بڈشاہ چوک سری نگر کشمیر

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

سن اشاعت ———— ۱۹۹۵ء
نام کتاب ———— عورت اور سماج
مصنف ———— حکیم محمد امین
قیمت ———— ۲۵ پچیس روپے
ناشر ———— شاہین بکسٹال اینڈ پبلشرز

تقسیم کار:۔
شیخ غلام محمد اینڈ سنز بکسیلرز
مائیسمہ بازار بڈشاہ چوک سرینگر کشمیر۔

عورت اور سماج

حکیم محمد امینؒ

پبلشرز

شاہین بکسٹال اینڈ پبلشرز

بڈشاہ چوک تاشمہ بازار سرینگر

ناول "عورت اور سماج" دھاج اور جہیز کے تمام نقائص کو بے نقاب کرتی ہے۔ کتاب کو اخلاق کے پایاں میں لکھ کر ادب کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔

ناول میں جن باتوں پر بحث کی گئی ہے اُس میں وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ عورتوں کی عظمت اور اُن کے بلند عزائم کو اُنکے نازک دلوں میں مستقبل قریب میں مرد اور عورت کے روحانی سنگم پر یقین رکھتی ہے۔ جہاں دولت اور ثروت کا سہارا لینے کے بجائے سرمیسی کی محبت کی نگرانی ہوگی اور عورت کے حقیقی زیور کو مرد گلے لگا کر فخر محسوس کرے گا۔ نئے سماج میں نئے دل کی دھڑکنیں محسوس ہوں گی۔ جہاں پرانے رسموں اور رواجوں کی دھجیاں اڑائی جائیں گی۔

ڈاکٹر محمد اسحاق خان

پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری۔ یونیورسٹی آف کشمیر

اِنتساب

اپنے خدا کے نام جس نے مجھے روزِ ازل سے حساس اور دَردمند پیدا کیا۔ میرے پہلو میں وہ دِل دیا جو ہم بدنصیب اِنسانوں کا ترجمان ہے۔ اَے خالقِ مطلق میرا کوئی اِس کائنات میں نہ بن سکا۔ بس میری ساری مِٹی مِٹی اُمیدیں تمنائیں اور آشائیں تیرے ہی دامن کے ساتھ وابستہ ہیں۔ میں مخلوق سے بھاگ کر تیرے ہی پاس پناہ لیتا ہوں۔ اِس درندوں کی دُنیا سے مجھے سخت وَحشت آتی ہے۔ اے میرے مولیٰ تو ہی میری اِس دُنیا کا مالک ہے۔ تو ہی ساری مخلوق کی تقدیر بناتا ہے تجھ سے کوئی شکایت نہیں

ماسٹر محمد امین حکیم

ڈورو

دُھاج عورت اور سماج

مصنف اِس ناول میں عورتوں کی پوشیدہ
صلاحیتوں کو اُبھار کر خوب اُجاگر کرتا ہے۔ اُنہیں سماج اور
کائنات میں اپنی عظمت کا احساس دلاتا ہے۔ مردوں میں اِس ناول
کے ذریعے غیرت اور خوداری کا احساس پیدا
کرتا ہے۔ عورت اور سماج ایک اصلاحی اور فلاحی ناول ہے
جس میں عریانیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ناول میں جن باتوں کی نشاندہی
کی گئی ہے وہ سماجی بدعتوں، فضول رسموں
اور رواجوں کی دھجیاں اُڑاتی ہے۔
دُھاج دھیج پر مصنف نے جو لے دے کی ہے وہ حق ہے۔ دُھاج
سماج میں ایک ایسا مہلک روگ بن گیا ہے جس کی موشگافی
مصنف نے کھُل کر کی ہے۔ یہ کتاب "دھیز اور دُھاج" کے بے جا مصرف
پر سماج کو پوری طرح آگاہ کر کے اِس سے بچنے کی تدابیر پر اکسیر کا اثر
رکھتی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب سماج کی بیش بہا خدمات انجام دے کر
مصنف کو اپنی کوششوں میں کامیاب کرے گی۔

رتن لال ہانگو
شعبہ تاریخ۔ کشمیر یونیورسٹی۔ سری نگر

باب اول

عابد علی اپنے بیٹے جوہر علی سے پوچھتا ہے بیٹے جوہر تم جوان ہو گئے ہو تمہاری ماں بوڑھی ہو چکی ہے اسے تمہاری شادی کی تمنا ہے کیا معلوم اس کی زندگی کے کتنے دن دنیا میں باقی ہیں اس وقت تم خود بھی چار پیسے کماتے ہو۔ یہی عمر شادی کی ہوتی ہے۔ میں تمہاری شادی کسی غریب گھرانے میں کروں گا۔

رضیہ۔ جوہر علی کی سوتیلی ماں اپنے پہلے خاوند کے بیٹے اصغر علی کے خاطر معاملہ میں یوں دخل انداز ہوتی ہے اور اپنے خاوند عابد علی سے کہتی ہے کہ یوں تو آج کل شریف گھرانوں کا تمہارے بغیر نام نہیں لیا ہے آخر ان شریف گھروں میں رکھا کیا ہے ترقی کرنے کے خاص موقعے بیٹے کی شادی ہونے میں ہے اور ماشاء اللہ ہمارے گھر میں دو بیٹوں کی شادی ہے اگر اصغر تمہارا سوتیلا بیٹا ہے۔ مگر اس گھر میں آ کر جوان ہوا ہے اس کی شادی اس گھر میں جوہر کے ساتھ ہی ہونا لازمی ہے۔ بہو کا گھر میں ڈھونڈھ لوں گی۔ کبیر شالی کا گھر آپ نے دیکھا ہو گا۔ کیسی جوان بیٹی ہے
وہ نقد دس ہزار روپے ، ایک ریڈیو سیٹ ، سائیکل ، دو دو شال ، سوٹ اور گھڑی کے علاوہ ایک ٹیلی ویژن سیٹ بھی دیگا۔ یہ رشتہ میں نے اصغر کے لیے چن رکھا ہے۔

عابد علی۔ مگر شادی کو ان چیزوں سے کیا نسبت ہے شادی کا مطلب

یہ ہے کہ اگر لڑکی شریف ہے تعلیم یافتہ ہو تو وہ دھاج کے بڑے خزانے سے بہتر ہے۔

رضیہ اپنے خاوند عابد علی سے کہتی ہے کہ یہ وہ زمانہ نہیں ہے جبکہ شرافت کے رشتے وفا تے کا معیار ہوتا تھا۔ آج کل وہی گھر لائے قابل قدر ہیں جن میں دولت ہو اگر لڑکی میں کوئی نقص ہوگا تو دولت وہ کمی پورا کرے گی آپ نے نہیں دیکھا کہ ایک بہن نے بھائی کی لڑکی کو اس لئے زندہ جلا یا کیوں کہ اس کے دھاج میں ٹیلی ویژن کی کمی تھی اب بھی یہ واقع ہری نگر میں لوگوں کو رہ رہ کر یاد آتا ہے

عابد علی :۔ مطلب صاف ہے کہ ہماری لڑکیاں اب شادی نہیں کر سکتی میرے گھر میں دولت نہیں ہے انہیں رشتے میں کون لیگا۔ ہم دونوں اپنے بیٹے جوہر سے اس بارے میں مشورہ لیں گے۔ اگر جوہر کی مرضی بھی جہیز ہے۔ تو میں علحدہ ہو جاؤں۔ عابد علی اپنے بیٹے جوہر کو سامنے لا کر ماں کی ساری گفتگو بیان کرتا ہے اور اُسے اپنی رائے دینے کے لئے پوچھتا ہے۔

جوہر اپنے باپ سے کہتا ہے یہ بات ٹھیک ہے کہ جہیز کی رسمیں امیروں میں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ مگر میں سات بہنوں کا بھائی ہوں۔ میری سات بہنیں اَن پڑھ اور بے جہیز ہیں۔ آخر ان کو پرائے گھروں میں جانا ہے۔ ہمارے گھر میں ان کے لئے کیا دھاج رکھا ہے۔ آخر انہیں کون لیگا۔ یہ عمر بھر گھر رکھنا پڑینگی۔ میں اپنی بہنوں کو کوئی دھاج وغیرہ نہیں دے سکتا ہوں۔ مجھے اُن پر قربان ہونا ہے میری شادی ایسی جگہ رچاؤ۔ جو لڑکی اَن پڑھ اور غریب ہو۔

عابد علی :۔ بیٹے جوہر مجھے تمہاری باتیں سن کر مسرت ہوئی۔ اگر

سماج میں آپ جیسے بے لوث آدمی ہوں۔ تو ہماری سماج یقیناً بدل جاتی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی بیٹیوں کو تعلیم نہ دے سکا۔

اُن دنوں ہم تعلیم کو ہیچ اور لغو چیز سمجھتے تھے مگر اس ترقی پسند دور میں اب ناخواندگی بہت مہنگی پڑی اب مجھے اپنی لڑکیوں کے بارے میں دن اور رات سخت فکر ہوتی ہے کہ ان کی شادیاں کیسی رچاؤں۔ اگر ان کے رشتے ہو گئے مگر وہ عزت کے رشتے نہیں ہوں گے۔

جوہر علی اپنے باپ کی توجہ اپنے سوتیلے بھائی اصغر کی طرف مبذول کرتا ہے یوں کہتے ہوئے کہ بیچارا اصغر یتیم ہے وہ بھی اُس گھر میں پلا بڑا ہے اور ہم ایک ساتھ جوان ہوئے ہیں اُس کی شادی بھی میرے ساتھ ہی ہونی چاہئے

عابد علی:- بیٹا اصغر اپنا لڑکا نہیں ہے پرایا لڑکا ہے اس پر کوئی بھروسہ نہیں ہے ممکن ہے کہ شادی کے بعد وہ اپنا گھر سنبھالے۔

جوہر:- ایسی باتیں مت سوچو وہ شریف لڑکا ہے پھر بھی اگر ایسا ہوگا تو خدا کے پاس تمہاری نیکی موجود ہے آپ نے اس کی جائداد کی حفاظت کی۔ اس کو تعلیم اور ہنر دے دی اور اسے اپنے بیٹے کی طرح پالا۔ اس وقت اس کی شادی میرے شادی کے ساتھ ہونی چاہئے۔ تب میں خوش ہوگا۔

عابد علی:- بیٹے کے خاطر میں اصغر کی شادی بھی کروں گا۔ اس کے بعد عابد علی دونوں کی سگائی کے لئے رشتہ باندھتا ہے۔ جوہر کی شادی باپ کی مرضی کے مطابق ہوئی جس سے جوہر کی بہنوں کی شادیوں کے راستے کھل گئے اصغر کی شادی

اس طرح سے ... جو

چونکہ رضیہ کو دھاج بھوؤں سے نہ ملا لہذا وہ ان شادیوں سے جل گئی۔ اور قسمت پر رونے لگی۔ وہ اپنے خاوند کو ضد کرنے لگی رضیہ اور جوہر کا تعلقاتی رشتہ رنگ لایا۔ رضیہ ہمیشہ جوہر کو عورت کیخلاف جلی کٹی سناتی وہ ہمیشہ اس کی ضد کرتی۔ جو کام دوسروں سے نہیں ہو سکتا تھا وہ جوہر پر ڈال دیتی۔ جوہر جب شادی سے پہلے پڑھنے بیٹھا تھا۔ تو سوتیلی ماں اُسے گائے کو ڈھونڈنے و گھاس لانے و کھیت اور دوکان کے کاموں پر لگا دیتا۔ بات بات پر سوتیلی ماں جوہر کو ڈھانٹ ڈھپٹ کرتی تھی۔ جوہر کو اپنی ماں کا سایہ آٹھ سال کی عمر میں اُٹھ چکا تھا۔ وہ اب صرف سوتیلی ماں کے رحم و کرم پر تھا۔ جوہر کے لئے اس دن سخت غم ہوتا تھا۔ جب سارے گھر میں کوئی خاص چہل پہل ہوتی تھی۔ سوتیلی ماں اُسے کسی نہ کسی کام میں ضرور لگا دیتی تھی۔ بیچارے کو کبھی بیٹھ کر کھانا نصیب نہیں ہوا۔ کبھی کبھی باپ جوہر کی حالت پر رحم کھا کر اپنے کھانے کے ساتھ ہی جوہر کو کھلاتا لیکن یہ بات نازونا نہیں ہوتی تھی ورنہ دکھی جوہر روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کرتا تھا۔

آخر جوکہ سوتیلی ماں کا اپنا بیٹا تھا عیش سے بسر کرتا تھا۔ دن میں چار دفعہ کھانا سارا دن اپنے شغل پر صرف کرنا اور کوئی اُسے پوچھنے والا نہ تھا۔ جہیز کا بڑا حصہ رضیہ نے اپنے بیٹے کیلئے رکھا اور بچا کھچا جوہر کو دے دیا۔ جوہر بیچارے کا حصہ کم ہوں تھا۔ اگرچہ اسی نے خرید کر لایا تھا پھر بھی صبر کیا اس کے بعد رضیہ اپنے خاوند عابد علی سے کہتی ہے کہ شادی کا دن تو مقرر ہوا ہے لڑکیوں کے لئے بھی پوشاک لانی ہے۔ عابد علی کہتا ہے کہ فکر کی بات نہیں ہے گھر کے ہر فرد کو بچا دھجا کر رکھونگا جوہر علی ماں کا رویہ دیکھ کر کہتا ہے کہ معمولی کپڑے پہن کر بھی شادی

ہو سکتی ہے ہمیں زندہ رہنا ہے۔ قرض لیکر زندہ رہنا ہے کیف ہے چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہییں شادی دنیا کے متمدن ممالک کی طرح ہونی چاہیئے جس پر صرف بیس روپیہ خرچ ہوں۔ مگر جاہیئے یہاں ہزاروں روپے شادیوں پر خرچ ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ایک شادی کے رسم میں ایک جھنگولہ پھٹنے سے بیس گھر جل گئے اور دولہا بیچارے کی بھی پٹائی خوب ہوئی۔ آخر غیر لڑکی گھر میں آکر کیا کھائیگی۔ میرا جی ان سماجی برائیوں پر کڑھتا ہے۔ ہم نے سلف کا زمانہ بھولا۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رض کی شادی میں صرف کھجور تقسیم کئے اور جہیز میں ایک چکی و ایک مصلیٰ اور ایک چارپائی دے دی میں نے اکثر گھروں میں دیکھا کہ دلہن آتے ہی سسرال والے فاقے کرتے ہیں۔ ناداری کی وجہ سے گھر میں لڑائی ہوتی ہے۔ دلہن بیچاری کبھی کبھی روٹی کو ترستی ہے۔

عابد علی ذرا ان باتوں کا الٹا اثر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کتنی شادیاں گھر میں رچائیں مگر ہر شادی میں اپنی شان قائم رکھی۔ تم آج کمانے ہو اسی لئے تمہیں گھر کے ضروریات کی فکر لگی رہتی ہے۔ پہلے میں جب اکیلا کماتا تھا۔ تو بڑی چاؤ سے لڑکیوں کی شادی کرتا تھا۔ اب تمہاری نوبت آئی تو تم بھی کنجوسی دکھانے لگے۔

دھنیہ باپ و بیٹے کی گفتگو سن کر دخل دیتی ہے اور اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ واہ جی میرے دل کی بات کہی۔ ادھر اڑوس پڑوس اور رشتہ دار سہیلیوں کی بھی دعوت آئی ہے ان کا کھایا ہے انہیں بدلہ دینا ہے میری بہن جو بارہ مولہ میں ہے آخر اس شادی میں اپنے گیارہ بچوں اپنے خاوند کے

گھ بغھ نہ ہو تو اور کون ہو۔ اس کی نند اور بھاوج ان کی اڑوس پڑوس سہیلیاں غرضکہ چالیس پچاس آدمی تو ضرورت شرکت کریں گے۔ ادھر میری پھوپھی اور چاچی اور بہت بڑا قبیلہ ہے میں تو تھوڑی کسی کو دینج خاندان کی ہو جو میں آج انہیں دعوت پر نہ بلاؤں ہر سال یہ موقعے نہیں آتے ہیں بچھڑے ہوئے رشتہ دار آپس میں ملیں گے اور شادی کا اصل مطلب پورا ہو جائیگا۔ میری رائے ہے کہ آپ برابر پانچ کوئنٹل چاول اور ڈھائی کوئنٹل گوشت پکانے کا آرڈر دیں

عابد علی:- ویسے تو رضیہ تمہاری باتیں ٹھیک ہی ہیں مگر ان سارے لوگوں اور ان کے بچوں کا انتظام کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی ناراض ہو تو بڑا دکھ ہوگا

رضیہ کہتی ہے کہ اس میں ناراض ہونیکی کیا بات ہے میں خود انہیں بلاتی ہوں ان کی نگرانی میں خود کروں گی ہمارے مہمانوں کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہے سامان دو تین ہفتے ضروری ہیں اور یہ سب انتظامات آج ہی ہونے چاہئے۔

عابد علی:- دبے زبان سے ہاں کہتا کیونکہ وہ قدیم تہذیب کا حامی تھا جو ہر جو یہ ساری باتیں سن گیا سوتیلی ماں سے کہنے لگا کہ یہ شادی نہیں ایک قومی میلہ ہے جس شادی میں پانچ ہزار آدمی بلائے جائیں وہاں بچوں کی تعداد اس سے دوگنی ہوگی میں اس رسم کا بالکل مخالف ہوں کیونکہ ایسی شادی ایک سرکاری کنونشن سے کم نہیں ہے اس شادی پر جتنا خرچ آئیگا۔ اگر ان مصارف کو بچت کیا جائے تو زندگی آیندہ آرام سے یہ خاندان بسر کر سکتا ہے

عابد علی:- چلو بیٹا جو تمہاری ماں رضیہ نے مناسب سمجھا وہ کیا اب باتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور عابد علی سب ہی انتظامات کا جائزہ لیتا ہے۔ جوہر

جوہر علی اپنے سوتیلے بھائی اصغر کو ساتھ لیکر چند ضروری کاموں کو ہاتھ میں لیتا ہے شادی کے دن پر گھر میں کافی چہل پہل ہوتی ہے۔ بچے اور بڑے خوشی خوشی ہر کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ کوئی بچہ آنکھ مچولی کھیلتا ہے کوئی گیند کھیلتا ہے کوئی ماں سے ضد کرتا ہے۔ کوئی پٹاخے چھوڑتا ہے جگہ جگہ آتش بازی ہوتی ہے۔ چرخیاں بھی کہاں کہیں چلتی ہیں۔

ایک صاحب باورچی کو حکم دیتا ہے کہ وہ کرو اور یہ کرو۔ یخنی و کباب اور نہ معلوم کتنے مرغن کھانے پک رہے ہیں کھانے والوں کا جی للچاتا ہے۔ شامیانوں میں بھی خاص رونق ہے۔ وہاں پر گانے والی ماعبتی لوگوں سے داد تحسین حاصل کرتے ہیں بھیڑ سخت بڑھ رہی ہے۔ بیچارے چند بھیکاری بھی ترستی نظروں سے صحن کے ایک دور افتادہ کونے میں سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کب میزبان ان کے دامنوں میں جھوٹا کھانے چھوڑیگا اور وہ پیٹ کی آگ بجھا دیں گے ان میں سے چند اپنے گھر بھی لیتے ہیں وہاں ان بیچاروں کی عیال بھی ترستے ہیں وہ بھی آس لگائے بیٹھے ہیں۔

اے نیلگوں آسمان اس سمے کے کتنے رنگ دیکھے ہیں۔ کہیں شادی کی شہنائیاں بجتی ہیں اور کہیں موت کا سناٹا چھایا ہوتا ہے کوئی خدا کی عبادت میں سرشار ہوتا ہے اور کوئی شراب خانے میں مست ہوتا ہے غرض دنیا کی بوقلمونی عجیب ہے۔

دوسرا باب

شادی کا دن ہے بارش زور کی ہو رہی ہے۔ قبیلے ہمسایہ اڑوس پڑوس کے تعلق دار سب شادی میں حاضر ہیں فرمائشوں پر فرمائشیں ہو رہی ہیں۔ مزیدار کھانے پک رہے ہیں کھانے والے بڑے مشتاق ہیں اور دعوت کھانے کے انتظار میں دروازے کی طرف نظریں لگی ہوئی ہیں۔ کوئی حکم دیتا ہے کوئی شادی کی بھول بھلیوں میں مست ہے بچے مارے خوشی کے پھریرے مارتے ہیں بڑے بڑے آدمی میز پر بیٹھ کر سیاسی گفتگو کرتے ہیں۔ کہیں لوگ یونہی گپیں اڑاتے ہیں۔ کئی لوگ صنف نازک کے دل لگانے میں حصہ لیتے ہیں۔ کئی لوگ حسین عورتوں کے حسن و جمال سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور انہیں مشاہدہ کرتے ہیں عورتیں چار چار آٹھ آٹھ کی ٹکڑیوں میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں رفو کاتے ہیں جب دلہن گھر میں وارد ہوئی تو رضیہ کو کچھ دھکا سا لگا اور سوتیلی ماں ہونے کے باعث بہو پر حسد کرنے لگی بہو کا حسن دیکھ کر حسرت کھا گئی۔ جس طرح وہ جوہر سے جلتی تھی اسی طرح جوہر کی بیوی سے بھی جلنے لگی اور انکی تدبیروں میں لگ گئی۔ جوہر کی بیوی خوش رو بااخلاق و نیک سیرت اور باحیا تھی۔ اس نے آتے ہی محلہ کی عورتوں کو اپنایا اور جتنی بھی رشتہ کی عورتیں تھیں انہیں کچھ نہ کچھ تحفے میں ضرور دیا رضیہ کو بھی دو عمدہ کپڑے تحفے میں دے گئے لیکن رضیہ کا کالا دل اپنی خصلت پر ابھر آیا اور سانپ

کی طرح بھیس بدلنے لگی۔

آہستہ آہستہ بہو کے خلاف دل میں نفرت کی ایک زبردست خلیج پیدا کی اور ایسا منصوبہ بنایا جس سے بغاوت کی آگ گھر بھر میں سلگ گئی اور دھیرے دھیرے جوہر کے باپ کے کانوں میں بھی زہر بھر دیا۔ جوہر کو اپنی بیوی سے ملنے پر سخت الزام تراشی کرنے لگے۔ جوہر اور عائشہ کی محبت بُری محبت تھی۔ اور میاں و بیوی کی اصلی محبت کو بے شرمی قرار دیا دونوں کے محبت کو سوتیلی ماں نے عابد علی کے ساتھ مل کر ٹھکرایا اور انہیں ملنے سے مجرم ٹھہرایا۔ رضیہ اب عابد علی سے کہتی ہے کہ جوہر اور اس کی بیوی بڑے بے شرم ہیں۔ یہ سارے گھر میں اس بے شرمی کو فروغ دیں گے انہیں قطعاً ملنے نہیں دینا چاہیئے دلہن کو اپنے میکے بھیج دیں۔

عابد علی، عورت کے باتوں میں آگر جوہر کی بیوی عائشہ کو میکے بھیجنے پر، اور جوہر کو نئی شادی کرنے پر اکساتے ہیں جس کے لئے یہ اوچھے ہتھیار استعمال کرتے ہیں جوہر نے کہا کہ ماں عائشہ کے پیٹ میں میری امانت ہے میں اُسے کس طرح چھوڑونگا دوسری بات یہ ہے کہ عورت کی قیمت شادی کے بعد نصف ہو جاتی ہے اگر میں اسے چھوڑونگا تو میرے بہنوں کے ساتھ بھی کھیلا جائیگا۔ آخر اس کی غلطی اس کے بغیر کچھ نہیں کہ وہ مجھے چاہتی ہے اگر محبت کرنا جرم ہے تو میرا باپ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔ تم اُن کا نام کیوں نہیں لیتی ہے۔ جبکہ وہ بھی عورت کے ساتھ محبت کرتا ہے یہ باتیں سن کر رضیہ آگ بگولا ہو گئی اور نئی ترکیبیں سوچنے لگی۔

شادی کے دن کے برسنے سے گویا اس کی تقدیر بھی آئندہ کیلئے زندگی کی ناکامیوں پر رو رہی تھی۔

رضیہ نے نواب اپنے خاوند کو یہ ترکیب بتائی کہ جوہر نئی تعلیم کا دلدادہ ہے اُسے گھر سے
علیحدہ کر دو نوکری سے الگ کراؤ اور گھر کی تمام جائداد سے اسے محروم کر دو چناں چہ یہ تمام باتیں
عابد علی نے جوہر کے خلاف کہیں مگر خدا نے جوہر کو تباہی سے بچایا آخر عابد علی نے بے سر و سامانی
کے حالت میں جوہر کو گھر سے نکال دیا۔ جوہر نے بادل ناخواستہ گھر سے دور کرایہ کے مکان
میں پناہ لی جوہر کے خواب و خیال میں بھی گھر سے یہ نوبت پہنچنے کی اُمید نہ تھی۔ دنیا میں
ماں و باپ کا پیار بھی کچھ جھوٹا ہوتا ہے۔ جو کچھ دنیا کے ہاتھوں میں مظالم ہوتے ہیں کر گزرتے
ہیں ماں و باپ نے جوہر کو ستانے کی خاطر اپنے دوستوں کو جوہر کے پیچھے لگایا جنہوں
نے جوہر کو بہت تنگ کیا۔ جو بھی جوہر کا دوست تھا۔ اُس کو تہمت لگائی گئی۔ جوہر
کے دوسرے سوتیلے بھائی رگزن نے جوہر کے قریبی دوستوں کو اپنی طرف دھر لیا اور جتنا
بھی ظلم و ستم ہو سکا وہ جوہر پر کیا۔ جوہر بیچارا عائشہ کو چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔ کیوں کہ وہ
ظلم کی تاب نہ لا کر اپنے خواہشوں اور پاک محبت کا گلہ گھونٹنا چاہتا تھا۔ لیکن محبت
ایسی تھی کہ یہ ظلم سہنا عائشہ کے اور چھوٹنے سے آسان معلوم ہوتا تھا۔ عابد علی کی بے مروتی
دیکھ کر جوہر کو زبردست دھکا لگا۔ جو باپ اپنے بیٹے کے آنکھ پر مکھی نہیں دیکھنا چاہتا
تھا۔ وہ اب اسی بیٹے سے برسرپیکار تھا اور تمام مظالم اس پر ڈھائے۔ اگرچہ جوہر کی
آمدنی معمولی تھی۔ مگر دونوں میاں بیوی نے صبر کیا اور اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ کر زندگی کے
تلخ گھونٹ پیتے رہے جب غریب بازار سے گذرتا ہے تو اُس کا من بھی لذیذ
میوے کھانے کو چاہتا ہے مگر دنیا اُسے یہ چیزیں کھانے کے بجائے پتھر دیتا ہے وہ اپنے
عیال کے فکر میں خون و پسینہ ایک کر کے سخت محنت کرتا ہے تب وہ عیال کے
لئے روٹی میسر کر سکتا ہے ایسے لوگوں کے بچے جب آم دستے دیکھے اور دوسے

پھل دیکھے ہیں تو یہ بازار میں پڑے ہوئے ان کے چھلکوں کے چھکنے پر قناعت کرتے ہیں جن پھلوں کو امیر پیٹ کھا کر چھوڑ جاتے ہیں۔ نہ معلوم جب انسان اس کائنات میں آنے اور جانے کے وقت برابر یا مساوی حیثیت رکھتا ہے تو دنیا میں رہ کر یہ کیسے غریبوں کا استحصال کر کے امیر بن جاتا ہے انسان کا مرنا اور جینا بس ایک جیسا ہے۔ مگر انسان اپنی اصلیت کو بھول کر درندہ بن جاتا ہے اور غریبوں کی زندگی تلخ کرتا ہے ہمارے ملک کا پنجسالہ پلان اور لون تک خرچ ہوتے ہیں فی کس آمدنی میں آمدنی کے اضافے کا اعلان بھی سنتے ہیں مگر غریب انتہائی غریب ہو جاتے ہیں یہ سارے پلان چند جیبوں میں جاتے ہیں جو کار دل میں پھرتے ہیں غریب لوگوں کے لئے ساون کے بہار کچھ فائدہ نہیں دیتے ہیں وہ اپنے غموں سے نڈھال ہوتا ہے اُسے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا سوجھتا ہے۔ سعدی صاحب فرماتے ہیں

کسے گفت در باغ بہ خوش لت دانداں کس کہ ایں سخن گوید۔

جب جوہر بیچارہ غم اور آزمائشوں سے نڈھال ہو گیا تھا تو رگزن کو جوہر کی جگہ لینے کا موقع ملا رشتے کے تمام آدمیوں نے رگزن کو اپنی طرف کر لیا اور جوہر کے خلاف انہیں نفرت سے بھر دیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جوہر کے خلاف سازشیں بھی کرتا رہا۔ رگزن کو جوہر نے اپنے خون سے پالا تھا کیوں کہ رگزن جوہر سے پانچ چھ سال چھوٹا ہے جوہر نے رگزن کو دل سے پڑھایا جب کبھی رگزن پر ماں و باپ غصے ہوتے تھے تو جوہر رگزن کو طرح طرح سے منواتا تھا اُسے اپنے نکلنے کا حصہ کھلاتا تھا اُسے پیار سے رکھتا تھا اُس کو جوہر کا بھائی جاتا تھا مگر افسوس جتنا دکھ رگزن سے جوہر کو پہنچا، اتنا اور کسی سے نہ ہوا۔ رگزن نے ایک سازش کے ذریعے جوہر کے

ذاتی جائداد کو ایک مقامی لیڈر کے وساطت سے حکومت کی جائداد قرار دی۔ جوہر
بیچارا اُف تک بھی نہ کر سکا کیوں کہ ایسا کرنے میں جوہر کو لوگوں سے نکال دینے کا
خطرہ تھا اتنا ہی نہیں بلکہ رگزن کی جائداد کو اسی لیڈر کے ذریعے اکتوبر ۱۹۷۳ء میں ایک
بڑی عدالت میں جانشینی سرٹیفکیٹ حاصل کی جس پر اس لیڈر نے جھوٹے بیان حلفی
عدالت کو ... رگزن کے حق میں جانشینی سرٹیفکیٹ ... مجبور کیا بہرحال
عظمت بھی ... رہی اس طرح سے اس نے اپنی دینداری کی لاج رکھ لی اور
لیڈر صاحب کی ... بھی بڑھ گئی حشر کے دن میں اپنا آبائی حصہ خدا کے
اس کی آبرو خدا کے بارہ ... مجھے اپنا خدا الہ مددگار ہوگا غریب یہاں کے
دربار میں اس لیڈر سے ضرور لوں گا جب ... تک نہیں پہنچے گی ان لوگوں کو دنیا
چند نفلی لیڈروں کا شیرا ہے بکری کی مال ... آرد ... جوہر کو پامال کیا مگر
ملی اور آخرت میں مظلوم کا حصہ ہے رگزن نے اپنی ... رگزن کے سازشوں نے
جوہر کی انا اور خودداری اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی جوہر ... بھر گیا تھا اس نے
وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ایک واقعہ ایسا ہوا کہ جوہر کا دل دکھ سے
رگزن کے لیڈر کے پاس شکایت کی یہ سمجھ کر کہ شاید اس کو پچھلے خدمور ... کا ذرا
احساس ہوگا مگر جوہر جتنا دردِ دل بیان کرتا گیا لیڈر صاحب کو اتنا ہی نمک پاشی
اس کے زخموں پر کرنے کا موقع ملا۔ سچ یہ ہے کہ یہ لیڈر صاحب کہا کرتے
تھے آدمی کمینہ ہے اسے نہیں بلکہ کتے کے بچے کو پالنا چاہیے جس کو یاد رہیگا
جوہر کی طرح لیڈر صاحب کو ان دنوں سختی تھی کہا کرتے تھے جب مجھے
کار ملے گی تو خدا گواہ ہے کہ لطف آپ کی ہوگی وقت آیا اس کو کار ملی میں نے
جان بوجھ کر سلام کیا اس نے نفرت سے گردن دوسری طرف موڑلی۔ لیڈر دن

کے وعدے بس ایسے ہی ہوتے ہیں غریبوں سے اپنا فائدہ اٹھا کر ان کی پھر تو ہین کرتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ غرض اس ساری آؤ داو کی وجہ سے صرف رگزن کی سازشوں سے گراں بار ہونا اور جوہر کو یہ تمام داستان لکھنے پر مجبور کرنا ہے۔ کمینے اور پاجی آدمی نیکی کا بدلہ بدی سے دیتے ہیں۔ احسان کو ظلم سے بدلہ دیتے ہیں سانپ کو پالنا حماقت ہے اور زندگی میں حماقتیں ہوتی رہتی ہیں

نپولین نے آخری وقت یہ کہا ہے کہ بادشاہی بڑے محنت سے ملی آدمی سے سخت محبت کی۔ اسے اچھی طرح نوازا۔ جس کے بدلے میں مجھے نفرت ملی جو زندگی کی بڑی ناکامی ہے۔ بہر حال جوہر کو جن مصائب سے دوچار ہونا پڑا وہ عام انسان کے برداشت سے باہر ہے۔ دونوں میاں بیوی اپنے اپنے فن کے نیچے رارت کو سوتے تھے اور ان کی یہ حالت بڑی قابل رحم تھی۔ مصیبت دنیا میں کبھی اکیلی نہیں آتی ہے بڑے آدمی وہ ہیں جو دوسروں کے دکھ سکھ میں برابر شریک ہوتے ہیں

مولانا حالی اپنے تاثرات میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو مجھے ایک ہمسایہ کے گھر میں بچے کی رونے کی آواز آئی میں بے چین ہو گیا اور اس کے گھر والوں کو جگایا اور بچے کو ان سے بہلا گیا ہمارے یہ نواب بھی اپنے ہمسایوں سے یہی سلوک کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہمسایہ کے دکھ سے غمزدہ ہوتے ہیں۔ جوہر کے پہلو میں بھی دو نواب رہتے تھے جنہیں جوہر کی اصو ۔۔۔۔ ہے نے پالا تھا۔ مگر معاملہ بالکل نپولین کا ہوا۔ جوہر کو انہی دو نوابوں سے زیادہ نقصان پہنچا۔ لیڈروں کی کئی قسمیں ہیں جن میں نقلی لیڈر اور ذیلی لیڈر رہے سلطان ٹیپو کو میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں نے ہندوستان سے ملیت و نابود کیا اور یہ دونوں غدار انگریزوں سے مل گئے مگر

غداری کی یہ مثال اب بھی میرے مسائیگی میں صادق آتی ہے۔ سلطان ٹیپو اپنی جیتی مثال
بہادری اور جذبہ وفا سے ہمیشہ زندہ رہیگا مگر اس نے دنیا والوں کے لیے جو مثال
قائم کی ہے وہ سچی شہرت کی حامل ہے سلطان کہتا تھا کہ شیر کی زندگی کا ایکدن
لومڑی کی ہزار دن کی زندگی سے بہتر ہے گیدڑ کی حکومت زیادہ دیر نہیں چلتی تھی
جوہر کو شیواجی پر جو فخر حاصل ہے وہ بہت اہم ہے شیواجی اگرچہ مسلح فوج
نہیں رکھتا تھا مگر وہ اس بہادر ماں کی بطن سے تربیت پا چکا تھا جس نے دشمن
کے سامنے کبھی ہار نہیں مانی۔ اس نے غلامی کے مسند پر بیٹھنا مار سمجھا اور آزادی
کے گھاس پر سونا فخر محسوس کیا۔ پس جوہر اور اس کے نوابوں کی بھی یہی مثال ہے
جوہر کے گھر بھر نے ان کے لیے جتنی قربانیاں دی تھیں وہ رائیگاں ہو گئیں۔ جوہر
سمجھتا تھا۔ کہ یہ غریبوں کی خدمت کریں گے مگر معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوا۔
انہوں نے اپنے لیے محل بنائے۔ کاروں میں پھرا ٹے پھرنے لگے۔ یہ اب غریبوں سے
ہمدردی کے بجائے مخول اڑانے لگے سچ تو یہ ہے کہ انہیں عوامی اعتماد حاصل نہ
تھا۔ بلکہ عوام پر خود ہی حکمران بن بیٹھے اگر عوام ان سے ملنے جاتی تو کئی دن ان سے
ملنے میں فائز ہو سکتا تھا ان کے ایم ایل اے اور ایم ایل سی وہ لوگ ہوتے جو ان کے
منظور نظر ہوتے وہ لوگ عوام دشمن اور دولت کے بھوکے ہوتے تھے۔ انہیں شریف گھرانوں
کی عصمت لوٹنا غریبوں کی بے عزتی کرنا کلبوں میں پھرنا سب سے بڑا کام تھا۔ یہ ظلم
و ستم کی داستان ایک حقیقت ہے جبکہ انسانیت شرافت و اخلاق و مروت
و احسان جیسے بلند پایہ اوصاف سے ہمارے نواب اور ان کے ساتھی معرا تھے
اور اس کے بدلے غنڈہ گردی و بے ایمانی در شوت ستانی اور ظلم کا ہر جگہ دور

دورہ تھا۔ جو بھی اسی منحوس دور کا شکار بن کر سب کچھ کھو بیٹھا ان کا سماج دار نظام
دھوکا تھا میرے گاؤں میں ایک شاعر رسول میر نے جنم لیا ہے۔ ریاست بھر میں ہر شخص
اُسے چاہتا ہے کیوں کہ اُس نے اپنی شاعری سے لوگوں کے جذبات کو اُبھارا۔ میرے
گاؤں میں اگر کوئی دوسرا شاعر یا ادیب پیدا ہوتا تو فخر کی بات تھی۔ یہ لوگ ملک اور قوم کی
بے لوث خدمت کرتے ہیں۔ میرے گاؤں کے نوالوں نے چن چن کر کمینہ آدمیوں کی ترقی
دی جنہوں نے شریف آدمیوں کی زندگی تلخ بنا دی اور اُن پر عرصہ حیات تنگ کیا۔ قوم کا
حکمران سب سے بڑا انجینئر اور بے لوث آدمی ہونا چاہیئے ماؤزے تنگ نے چین کی سرزمین
کی جو خدمت انجام دی اُسے وہ ہمیشہ زندہ رہیگا۔ شریف آدمیوں کا شیوہ ہے کہ وہ
دوسروں کے معاملوں میں دخل نہیں دیتے ہیں مگر کئی آدمی اپنی شخصیت جمانے کیلئے خواہ
مخواہ دوسروں کے معاملات میں دخل دیکر جھگڑا مول لیتے ہیں بس یہی ایک بات گوہر اور
اس کے نوالوں کی ہے ایک مجبور اور بے کس عورت کا مکان سڑک کی کشادگی کے زد میں
آیا بیچاری بیوہ ان نوابوں کو خوش نہ رکھ سکی جس کے نتیجے میں اُس کے مکان کا معاوضہ
صرف نو ہزار روپیہ ہوا جبکہ مکان کی قیمت بیس ہزار ہے اور معاملہ عدالت کے سپرد ہوا
یہاں کے عدالتوں میں انصاف خریدا جاتا ہے وکلاء کی زبان درازی اور عدالتی طوالت
معاملات کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں چنانچہ سات سال کا عرصہ گذرا بیچاری بیوہ عدالت میں
حاضر ہوتی ہے اور معاملہ اتنے طویل عرصہ میں بھی حل نہ ہو سکا۔ اب وہ بیچاری اپنی جائداد پر
ترستی ہے اور انصاف کا بھیک مانگتی ہے ہمارے یہاں عدالتوں میں دستاویزی ثبوت پر
بھروسہ نہیں کرتے ہیں جس سے معاملات اُلجھ جاتے ہیں۔ جبتک یہاں کے عدالتوں کے کام
میں تبدیلی نہ آئے عوام کو زیادہ انصاف میسر نہیں آسکتا ہے۔

متمدن ممالک میں عدالتوں کا رویہ عوام پر در اور عزل گستر ہے جاپان میں ایک کشمیری آدمی کی ٹانگ ایک کار حادثہ میں بیکار ہو گئی۔ مقدمہ چلا اور آخر کو دو لاکھ روپیہ اُسے معاوضہ ملا۔ کشمیر میں اگر کسی کی جائداد سڑک کے زد میں آئے تو عدالت دس سال کے بعد اسے حکومت کی جائداد قرار دیتا ہے اور حق ڈھونڈنے والے کو انٹی گورنمنٹ کہتا ہے۔

تیسرا باب

محبت ایک مقدس چیز ہے اور دُنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے سخت کوشی سے انسان زندہ ہے جد و جہد اور سعی پیہم اس کو تب و تاب بخشتے ہیں۔ آدمی اپنی خودی سے آسمانوں کو بھی تسخیر کرتا ہے محبت کیا ہے ایک معصوم بچہ اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر ماں و باپ کو بھول جاتا ہے اور اپنے ساتھی کو والدین سے بھی پسند کرتا ہے جب بڑا ہو جاتا ہے تو صنف نازک کو چاہنے لگتا ہے کسی حسین لڑکی کی خاطر رات کو آنکھوں میں کاٹتا ہے اور تارے گنتا ہے جب ساری دُنیا سو جاتی ہے تو وہ تاروں کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔ محبت کیا ہے یہ زندگی کی سب سے اہم ضرورت ہے جس کو عارف معرفت کہتا ہے حسن کو ہمیشہ حسن محبت کی نظروں سے دیکھنا چاہیئے اُس میں ازلی کی جھلک نظر آتی ہے حسن کو دیکھ کر دل کی آنکھ بیدار ہوتی ہے۔ مصنوع کا صانع یاد آتا ہے۔ دُنیا اس کشش تعلق سے قائم ہے بقول صدیقی صاحب جہاں کہیں حسین عورت ہے میری رشتہ دار ازلی ہے حقیقت یہ ہے کہ حسین عورت دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے اور آدمی کیس انہی کے پاس رہنا چاہتا ہے جو ہر علی اپنی بیوی عائشہ سے کہتا ہے کہ دُنیا دکھوں کا گھر ہے تھا تم گوتم بدھ نے دُنیا کی حقیقت کو پالیا۔

عالیشہ:۔ مگر محبت دُکھ۔ مصیبت و آزمائشیں غرض سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ محبت ایک منسلک رشتہ ہے اگرچہ اس میں دوسروں کی بدنامی لینا پڑتی ہے عزت وغیرت اور خود داری کو ٹھیس لگتی ہے مگر محبت کی چنگاری پھر بھی نہیں بجھتی ہے دونوں ایک حیثیت سے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں دونوں دل محلی کی محنت اور منفق بدیں بن کر سلگتی ہیں مگر افسوس کہ ہمارے سماج میں محبت جیسی پاکیزہ چیز کو بے حیائی کہتے ہیں بدکردار لوگوں سے کوئی پوچھتا نہیں ہے انہیں ہر جگہ دنیا والے عزت کرتے ہیں یہی لوگ مذہب کے ٹھیکیدار ہیں لوگوں کو بے حیائی سے منع کرتے ہیں اور خود بے شرم بن جاتے ہیں ہاں اگر میاں و بیوی میں نظری محبت ہو تو انہیں بچاتے ہیں محبت غیر فانی اور روحانی ہونا چاہیئے لیلیٰ و مجنوں کی محبت بھی روحانی محبت ہے جن کی داستان پڑھ کر آنسوؤں کی لڑیاں لگ جاتی ہیں اور آدمی ان دونوں کو چاہنے لگتا ہے اس قسم کی ہزار ہا داستانیں سماج میں موجود ہیں اور کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ داستانیں ریڈیو پر بھی لوگوں کے تفریح کے خواطر نشر ہوتی ہیں

انسان کی محبت خدا کی محبت ہے اور خدا کی محبت انسان کی محبت ہے بے جوڑ رشتوں میں اسی جنس کی کمی ہے جب ہی تو وہ زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے ہیں یہاں کے غیر فطری شادیوں کا سب سے بڑا اور اہم نقص یہ ہے کہ نہ لڑکا لڑکی کو جانتا ہے اور نہ لڑکی لڑکے کو جانتی ہے بس لاٹری کی کھیل ہے اور اپنی اپنی قسمت۔ جوہر علی۔ شادی کا مسئلہ جانے آ... سے میرے تن و بدن میں آگ لگ جاتی ہے یہ رشتے محبت سے سروکار نہیں ... کہتے ہیں کاش میں لڑکی ہوتی تو سماجی بندھن کو جلا کر خاک کر دیتا اور ... حقیقی محبت کا سدا بہار درخت کھڑا کر دیتا دنیا بدل گئی۔ مگر ہماری سوچ ذرہ بھی ... محبت کو

بدل گئے ہیں آج بھی اقلیدس کے موہوم کرسے اس دنیا کو بہتر کرتے ہیں جہاں آج بھی مرد عورت کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر اس پر حکم چلاتا ہے حالانکہ پیغمبر بھی عورتوں سے ہی پیدا ہوئے ہیں اور کائنات کی ساری مخلوق عورتوں کے دم سے ہے میرا خیال ہے کہ عورتوں کا حق مردوں سے بھی زیادہ ہے کیوں کہ جو تکالیف عورتیں بچوں کے لئے اٹھاتی ہیں اس سے مرد بری ہے بچے کی نازبرداری اور ترتیب ماں ہی کرتی ہے۔ گھر اچھا ہوگا۔ اگر ماں تعلیمیافتہ ہو۔ ماں محبت و شفقت اور مروت کی ایک زندہ مورتی ہے یہ خدا کی سب سے بڑی مورتی ہے۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے

عالیشہ :۔ اپنے خاوند جوہر علی سے خوش ہو کر کہتی ہے کہ تمہاری دور اس اور تیز نظر صنف لطیف پر ایک احسان ہے آپ یقیناً ایک بالغ نظر ہیں۔ آپ حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش نہیں کرتے ہیں۔ قرون اولیٰ کے زمانے میں عورتوں نے جو کارنامے انجام دئے اس پر دنیا کو فخر حاصل ہے ہارون رشید کے کے عہد میں روم میں عورتوں نے مسلح جنگ مردوں کے دوش بدوش لڑی۔ کئی عورتوں نے میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹیاں کی ہیں اور کئی عورتوں نے انہیں پانی پلایا۔ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر عورتوں نے میدان کارزار میں ہمیشہ حصہ لیا ہے۔

ازم ہو یا بزم عورتوں کا حصہ دنیا کے ہر معاملہ میں پایا جاتا ہے۔ عورت سے علیحدہ مرد کچھ بھی نہیں ہے۔ دنیا کے مفکر و مصلح اور فلسفی عورتوں سے متاثر ہو گئے ہیں کتنے ایسے بادشاہ گذرے ہیں جنہوں نے اپنی ظلم و جبر

کی داستانیں چھوڑیں اور انسانی خون دریا کی طرح بہا یا گروہ بھی عورتوں کے عظمت کے قائل ہیں اور اُنہوں نے جبر و ظلم سفاکیت کو عورتوں کے مقابلہ میں چھوڑ دیا۔ عورتیں عموماً زیادہ ترنیکی کی ترغیب دیتی ہیں رحم اور انصاف عورتوں میں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں اس بات کا ثبوت تاریخ میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ دُنیا کے سفاک واقعات میں صرف مردوں کا حصہ ہے جس پر انسانیت روتی ہے اگر سارے عدالتوں کے جج عورتیں ہوتی تو فیصلے حق بجانب اور کم مدت میں ہی پاتے۔

جوہر علی اپنی بیوی عائشہ سے کہتا ہے کہ اگر میں عورتوں کی خامیوں کو بھی چھانٹ لوں تو آپ محسوس کریں گی کہ عورتوں کو کس قدر دور اندیشی کی ضرورت ہے

عورتیں عموماً سونا اور چاندی کی زیورات پر جان دیتی ہیں۔ زیورات کے سینے سے لگائے رکھتی ہیں ان کی یہ عزیز ترین متاع ہے اسی متاع پر وہ اپنی جان شیریں قربان کرتی ہیں۔ وہ مردوں کے انتخاب میں اسی لئے دھوکہ کھاتے ہیں۔

وفا شعار مرد عموماً غریب ہوتے ہیں۔ جس طرح وفا شعار عورتیں غریب ہوتی ہیں۔ سماج انہیں ملنے نہیں دیتی ہے حالانکہ کہ سماج کو چاہیئے تھا کہ وہ حقیقی زیور شرافت و پاکیزگی اور دونوں کے محبت کو قرار دیتی۔ اگر کسی عورت کو زیورات چور لیجائے تو عورت تمام عمر رو رو کر بسر کریگی۔ خاوند کیسا ہی نٹ کھٹ ہو و کمینہ اور بدذات ہو مگر دولت ہو تو سب کچھ ہے۔ نیکی اور معیار شرافت کا دولت کے کس بل پر پرکھا جاتا ہے۔

آج کل کی عورتیں اُستاد کو چھوڑ کر اور سید دبا لو۔ اسسٹنٹ یا ڈاکٹر سے رشتہ کرتے ہیں اور فخر محسوس کرتے ہیں کیوں کہ اُن کے پاس دولت ہے اور یہ سماج کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں اتفاق سے آج جوہر علی کا دوست کریم تمی سلمنے

بٹھایا ہوتا ہے وہ یہ گفتگو سن کر کہتا ہے بھائی جو ہر یہاں کی شادیاں جھوٹے دکھ و فریب و نفسا نفسی خود غرضی مطلب برآری دولت پرستی اور رسوخ کی شادیاں ہوتی ہیں یہ جوڑے کتیا اور کتے کے مانند ہوتی ہیں۔ آخر کار نفرت کی دیوار ایسی حائل ہوتی ہیں جو دشمن کے سرحد تک مل جاتی ہیں بعض لڑکیوں کی نا رضامندی پر بھی ماں و باپ اپنی زد پر اٹکتے ہیں اور خود کو معزز محسن کر کے بے جوڑ رشتے کرتے ہیں اور لڑکی عمر بھر روتی ہے اور لڑکا پرائے عورتوں پر جان دیتا ہے۔ لڑکی میکے آکر سسرال کا نام تک نہیں لیتی ہیں اس طرح ایک لطیف دل کی دل شکنی ہوتی ہے۔ یہ لڑکیاں قیدیوں کی سی زندگی گزارتی ہیں صبح اٹھ کر رونا شروع کر کے شام تک بھی بند نہیں ہوتی ہے انہی لڑکیوں کو حرامی و بدذات اور نہ جانے کتنے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور یہ اخلاق سوز نام ان کے لئے سو مال روح بن جاتے ہیں اور ہر وقت ساس اور سسر کی ڈھانٹ ڈھپٹ کھاتے ہیں۔

کبھی کبھار مار کھانے کی نوبت بھی آتی ہے۔ رو دھو کر یہ لڑکیاں اپنی زندگی کو بسر کرتی ہیں جن پر انسانیت روتی ہے جس انسان کی زندگی میں آرام اور آسائش نہ ہو وہ زندگی پیچ پیچ ایک دائمی عذاب ہے۔

مگر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا ہے۔ یہ درندوں کی دنیا ہے۔ یہ ماں و باپ اپنے بچے کو پال کر بڑا بناتا ہے اُس کی ناز برداری میں راتوں کو نیند حرام کرتے ہیں اس کے لئے تھکے جن جن کر لاتے ہیں۔ جب بچہ روتا ہے تو ماں و باپ کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے جب یہی بچہ بڑا ہوتا ہے تو ماں و باپ کی نظروں میں شادی کے بعد کھٹکتا ہے خصوصاً لڑکوں کے حق میں بڑے بے رحم بن جاتے ہیں ماں و باپ لڑکی کا رشتہ

ایسی جگہ کرتا ہے جہاں انہیں پیسے ملیں لڑکی عمر بھر روئے اپنی قسمت کو کوسے ان باتوں سے مال و باپ کو غرض نہیں ہے۔ لڑکا اندھا ہو۔ شرابی ہو، بدمعاش ہو مگر اس کے پاس دولت ہو تو ساری برائیاں دولت سے چھپ جاتی ہیں والدین کو لڑکیوں اور لڑکوں کا خود غرضانہ سودا کرنا کوئی حق نہیں ہے آخر یہ کوئی بھیڑ بکریاں نہیں ہیں انہیں اپنا جیون ساتھی چننے کا پورا حق حاصل ہے کیوں کہ انہیں پہاڑ جیسی عمر پرائے مرد کے ساتھ بسر کرنی پڑتی ہے لڑکیوں کو اپنا جیون ساتھی چننے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکیاں مردوں کی شکل وصورت پر فریفتہ ہو کر زندگی کو برباد کرتی ہیں ساری عمر رو دھو کر بسر کرتی ہیں۔ عورتوں کو اپنا مستقبل سوچنے کے لیے بڑی سمجھ کی ضرورت ہے جن مردوں کو عورتیں اپنی مرضی سے چنتی ہیں اُن میں اکثر ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو انہیں اپنے ہوس کا شکار بناتے ہیں اور ان سے کھیلتے ہیں۔ یہ لوگ شرابی، حرام کار، جواری، چور اور بدمعاش ہوتے ہیں۔ جن عورتوں کو کسی ایسے مرد سے پانچ چھ بچے ہوں اور اُس کا خاوند اُسے اپنی زوجیت سے اعلیٰحدہ کر کے اور کسی دوسری عورت پر فریفتہ ہو تو اس عورت کا انجام کیا ہوگا۔ وہ بیچاری رو دھو کر تمام عمر بیوگی میں بسر کرتی ہے جبکہ مرد دوسری عورت سے عیش کرتا ہے اور ان بچوں کو بالکل بھول جاتا ہے

جوہر علی اپنے دوست کریم کی یہ گفتگو سن کر بہت متاثر ہوتا ہے اور کریم سے کہتا ہے کہ ہر طرف دُنیا کو گندگی و بے ایمانی و جھوٹ و فریب بدکاری اور نہ جانے کتنی روحانی بیماریوں نے جکڑ رکھا ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے احساسات و اُمنگیں دوسروں میں بھی ویسے ہی محسوس کرے دولت کی بہتات نے امیر طبقہ میں پر لگائے ہیں۔ امیروں نے غریبوں کی زندگی بے کیف اور دشوار بنائی۔ دولت کے

خرچ کرنے کے لئے وہ طریقے قائم کئے جو کہ غریبوں کے لئے سوہان روح بن گئے ہیں۔ امیر لوگ لڑکی کے رشتے میں کار و بنگلے گھڑی و سائیکل و ریڈیو ٹیلی ویژن اور باغبات بطور جہیز دیتے ہیں اگرچہ لڑکی شریر ہو و بد چلن ہو و گنوار ہو و جاہل ہو تو لڑکے والے دولت کے سہارے پر یہ رشتے فخر سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف لڑکی شریف ہے تعلیمیافتہ ہے خوبصورت اور نیک چلن ہے مگر آج کا سماج اسے پوچھتا نہیں ہے اور یہ لڑکی اپنے ارمانوں کو لیکر اندر ہی اندر سسکتی ہے اور اس کی بیش بہا جوانی ڈھل جاتی ہے ؎

؎ اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لیکر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

کرکم :۔ جوہر ایک لڑکی کی اصلی زیور شرافت، نجابت، کردار، ہنر، خودداری و عزت، پاکدامنی اور سب سے بڑھ کر تعلیم ہے ان اصلی چیزوں میں آج بہت کمی واقع ہوئی ہے والدین کی غفلت سے بچوں کی تربیت میں کافی کمی رہ گئی ہے ماں و باپ بچی کی تعلیم پر قطعی دھیان نہیں دیتے ہیں وہ لڑکیوں کی تعلیم کو لغو اور بیچ سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر بیویاں اپنے شوہروں کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور کئی عورتیں عصمت تک زیورات کے عوض فروخت کرتی ہیں اگرچہ عورت زیبا تشخص کا دوسرا نام ہے لیکن مصنوعی بناؤ سنگار اصلی صورت مسخ کرتی ہے رابعہ بصری اور للہ عارفہ کا نام عورتوں ہی کیلئے نہیں بلکہ مردوں کے لئے ابھی قابل فخر ہیں وہ اپنی آخرت پسندی کےلئے ہمیشہ زندہ ہے۔ ہر ایک انسان کا سر ادب اور احترام سے ان دونوں خاتون کے سامنے جھک جاتا ہے۔

زیورات پر پیسہ ضائع کرنا اور اصلی چیز کے بدلے نقلی چیز حاصل کرنے اور وہ بھی نقد دام دیکر انتہائی حماقت ہے۔ ضرورت پڑنے پر اسی چیز کو وہی سُنار نصف قیمت پر لیتا ہے بھوکا انسان روٹی کے عوض زیور نہیں کھا سکتا ہے۔ پریم چند نے زیور پر جو لے دے کی ہے وہ حق ہے زیور ایسی چیز ہے اگر چور کا ہاتھ اس پر پڑے تو عورت جان دے دیگی اُس کے بجائے اگر پیسے کو ڈاکخانے یا بنک میں رکھا جائے تو بجائے نقصان کے فائدہ ہے اور چور سے بالکل محفوظ ہے کتنی ایسی عورتیں ہیں جو غریب ہونے کے بناء پر اپنے شوہروں سے نہیں ملتے ہیں۔ یہاں پر مولانا ابوالکلام آزاد کی مثال یاد آتی ہے جبکہ ایک لڑکی کے نادار ماں و باپ اپنی ساری اثاثہ کو بیچکر لڑکی کی شادی ایک امیر گھرانے میں کرانا چاہتے تھے جب لڑکی کو پتہ چلا تو اُس نے اپنے آپ کو ستی کیا اور اپنے والدین کو ایک گرم خط میں لکھا "میرے ماں و باپ تم مجھ پر قربان ہونا چاہتے ہو مگر مجھے ہی تم پر قربان ہونا چاہئے کیوں کہ مجھے ایسے سماج سے سخت نفرت ہے جو محض غربت کی بناء پر عورت کو شوہر سے نہ ملنے دیں" کتنی عبرتناک بات ہے کہ دُنیا میں روحانی رشتے دولت پرستی میں بدل گئے غریب لڑکیاں ہزار خوبیوں کے باوجود اپنی ساری اُمنگیں اور خواہشات کچلتی ہیں اور اس ظالم سماج پر اُف تک نہیں کرتی ہیں حالانکہ عورت کا شادی کا حق فطری ہے جس پر سماج کو رسم و رواج کی پابندیاں لگانا کوئی حق نہیں ہے دھاج درحقیقت ایک شرمناک رسم ہے جس کو موجودہ ترقی پسند دور برداشت نہیں کریگا

جوہر اپنے دوست کریم سے کہتا ہے کہ کئی عورتیں ایسی بھی ہیں جو بڑے گھرانوں کی ہوتی ہیں اور کام کرنے کی عادت نہیں رکھتی ہیں سسرال میں انہیں کسی

نہ کسی طرح کام سے واسطہ پڑتا ہے لیکن وہ کام کو ہاتھ میں لینا توہین سمجھے ہیں لیکن انہیں خاتونِ جنت فاطمہ زہرہؓ کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہیے جس کے ہاتھوں کو چکی پیسنے پیسنے گھٹے پڑ گئے تھے۔ جس کی سادہ اور پاک زندگی بہشتی نمونہ تھی جس کے کندھوں پر مشکیزہ کے نشان پڑے تھے جس نے گھر کے کام سے تنگ آکر ایکدفعہ شہنشاہ کونین صلعم کے پاس شکایت کی کہ آپ کے پاس اس وقت کافی غلام ہیں مجھے بھی گھر کا کام کرنے کے لئے ایک غلام چاہئے۔ آنحضور صلعم نے جواب دیا بیٹی فاطمہؓ تم سے زیادہ بدر کے لوگ مستحق ہیں جاؤ خدا کو زیادہ یاد کرو وہ تمہاری مشکل آسان کر دیگا۔ پیغمبر برحق صلعم نے دنیا میں کوئی جائداد بچوں کے لئے نہ چھوڑی جائداد رہنے کے لئے نہ چھوڑا صرف ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی کھجور کی پتوں کی رکھتا تھا جس میں بارش ٹپکتی تھی۔ سرکار دو عالم صلعم ہر ایک کام کو خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے حالانکہ دوستوں اور صحابیوں کی کمی نہ تھی۔ عورتوں کو عزت کا مقام بخشا۔ اس سے پہلے جو سلوک عورتوں سے کیا جاتا تھا۔ اس پر ایک جانور کو بھی شرم آتی ہے چنانچہ دختر کشی اس زمانے کی سفاکت کا ایک خونی منظر ہے فرمایا کرتے تھے عورتیں آبگینے ہیں انہیں سنبھال کر رکھو۔ انہیں پاکیزگی اور عظمت کی تعلیم دی۔ تعلیم حاصل کرنا عورتوں پر فرض قرار دیا۔ انہیں زندگی کے رازوں سے آشنا کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ عورت کا جہاد مرد کی غیر حاضری میں اپنی عصمت کی حفاظت ہے۔

ایکدفعہ ایک پولیس آفیسر سے کسی نے پوچھا کیا آپ نے کوئی بڑی شخصیت دنیا میں دیکھی ہے جس سے آپ نے سبق لیا ہے کہا۔ ہاں ایک خاتون کو لکڑی جنگل سے لیتے دیکھا وہ بیوہ تھی۔ اس نے مجھے راستہ دکھایا راستے میں طوفان

آیا یوں کہ صحرا تھا۔ اس لئے ہمیں ایکدوسرے کا پتہ نہ چلا جب طوفان ختم ہوگیا تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر بستی کی طرف گیا۔ بستی میں اس عورت کو دیکھا اور اس کی حالت پر رحم فرما کر اسے دس روپیہ کا نوٹ ہاتھ میں تھما دیا۔ عورت نے نہ پکڑا اور کہا کہ ہم غریب محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں مگر اپنی عصمت اور غیرت کو نہیں بیچتے ہیں سچ پوچھو یہ عورت دلوائی تھی۔ جس نے مجھے غیرت دلائی۔

باب چہارم

جوھو :- سچ ہے عصمت عورت بڑی عظیم اور ممتاز مرتبہ ہے مگر یہاں گاؤں کی خامیاں بھی پہچاننا چاہیئے۔ کئی مرد ایسے ہیں جو شادی بیاہ پر ادھار زیور لاتے ہیں اور پھر دلہن سے چھین لیتے ہیں۔ دلہن بیچاری کو بہت دکھ ہوتا ہے وہ برسوں سسک سسک میں ہی زندگی بسر کرتی ہے ایک مرد نے ہزار زیورات کسی سے ادھار لے اور اپنی عورت کے سامنے رکھے۔ جب ساہوکار کو پیسے نہ ملے تو اس نے اس کے خلاف دعویٰ کیا اور اسے جیل بھیج دیا گیا۔ عورتوں کی ایمان بھی کمزور ہوتی ہے انہیں دنیا کا کوئی فلسفی یا اہل دانش نہ سمجھ سکا۔ مرد محض ان کے سحر کار اداؤں پر جان دیتا ہے یہ بات درست ہے۔ کہ ایک عورت محبت کرنا جانتی ہے مگر یہ محبت نفسانی خواہش سے الگ ہونی چاہیئے۔ اگرچہ مرد اور عورت سائیکل کی دو پہیئے ہیں مگر دونوں کی فطرت جداگانہ ہے منزل ایک ہے راستے الگ۔ مقصد ایک اور ارادہ متضاد۔

کریم :- سچ تو یہ ہے کہ شادی کا مفہوم کسی دوسرے کو شریک زندگی بنانا ہے میں سوئمبر کی شادیوں کو پسند کرتا ہوں۔ دونوں کا ایک دوسرے سے سمجھنے

کا موقع دیا جائے۔ دونوں کو پہلے سے ایکدوسرے کو دالبطہ رکھنے کی آزادی ہو دونوں تعلیم یافتہ اور ہنر مند ہوں۔ پہاڑ جیسی زندگی اکیلی گذارنی مشکل ہے۔ یہاں ماں و باپ بھائی بہن اپنے اپنے وقت پر چھوٹ جاتے ہیں اس لئے اس کارواں میں ایک رفیق ہونا لازمی ہے جس کی جدائی ایک پل بھی گراں گذرے۔ عورت ایک زندگی کی اہم ضرورت ہے۔ کائنات عورت کے دم سے آزاد ہے۔ مرد اور عورت اس کائنات کے دو پھول ہیں اگر یہ پھول اس گلستان میں نہ ہوں تو یہ پھلواڑی بے کار ثابت ہوگی۔ ایسا موقع بھی تاریخ نے ثابت کئے جبکہ ایک عورت ضرورت سے زیادہ مفید ثابت ہوگی سینکڑوں بزدل مردوں سے ایک بہادر عورت بہتر ہے وقت نے ثابت کردیا کہ عورتوں کو میدان جنگ میں چھوڑ دو تو وہ اپنے جوہر دکھائیں گے اعلیٰ حکومت کے اہم عہدوں پر عورتیں فائز ہیں اور بطریق احسن اپنا کام انجام دیتی اور لوگوں کو کسی قسم کے شکایت کا موقع نہیں دیتی ہیں۔ عورتوں میں بربریت اور سفاکی کے بدلے نرمی اور محبت ہے۔ وہ انصاف سے کام چلانا جانتی ہیں۔

کریم :۔ میں اس بات کا یقین رکھتا ہوں کہ والدین کو بچے یا بچی کی زندگی کا سودا کرنا کوئی حق نہیں ہے وہ لائحہ عمل یا ضابطہ حیات قرآن سے پوچھ لیں کہ شادی کا اصل طریقہ کیا ہے اس طرح یہ زندگی جنت کا نمونہ بن گئی اور دوسری طرف مالی نقصان بھی نہ ہوگا ورنہ بے جوڑ شادیوں میں گھر بار اور پیسے ضائع ہو تے ہیں اور رکتے اور ملی کی زندگی میاں دبیوی تئی عمر بھر رہتی ہے اور دونوں میاں دبیوی افسردہ اور کینہ پرور رہتے ہیں جو ہر ملی۔ عورت سے محبت کرنا فرض ہے مگر یہ محبت جذبات کے دلدل میں پھنس جانے کو نہیں کہتے ہیں۔ دنیا میں

عورت اور مرد کا لیہ برابر ہونا چاہیئے۔ ایک عورت میں میدان جنگ میں اُترنے کے اوصاف جرأت اور بے باکی ہونا چاہیئے۔ عورت کو کبھی چھوت چھات کی چیز سماج سمجھتا تھا۔ مگر وہ کور چشمی اب آج سماج میں باقی نہ رہی۔ بعض عورتوں نے دنیا میں اپنا نام کمایا۔ جس وقت رابعہ بصری سے کہا گیا عورتوں میں سے کوئی پیغمبر دنیا میں نہ آیا تو رابعہ بصری نے جواب دیا کہ عورتوں نے خدائی کا دعویٰ زمین پر بھی کیا ؟

کریم :۔ کیا آپ عورتوں کے مشکلات سے واقف نہیں ہیں جو عورت چار بچوں کی ماں ہو اور بوڑھی ہوگئی ہو اگر وہ بیوہ ہو جائے تو اسے دوسری شادی کرنے کے بغیر کیا چارہ ہوتا ہے بیچارے یتیم بچے بھیک مانگتے ہیں گھر گھر پھرتے ہیں سوتیلا باپ ان بچوں کو پوچھتا نہیں ہے۔ عورت اگر اپنے ہاتھ سے کماتی تو بچوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتی اور نخواہ دوسرے خاوند کی دست نگر نہ بنتی۔ وہ بیچاری والدین کی غفلت سے کتنی دکھ جھیلتی ہے اگر نئے خاوند کے مزاج کے مطابق نہ چلے تو مار کھاتی ہے اور بچوں کا دکھ اسے الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح بیچاری عورت کی زندگی ویران ہوتی ہے ایک دفعہ ایک عورت کو خاوند نے طلاق دیا اور عورت نیا خاوند کرنے پر مجبور ہوئی پرانا خاوند اپنے بچوں کو اس عورت سے ملنے نہیں دیتا تھا۔ اتفاق سے ایک میلے میں اس عورت کی بڑی لڑکی اسے ملی بس کیا ہوا ایک قیامت برپا ہوئی۔ عورت اپنی لڑکی کو دیکھ کر پاگل ہوگئی اور اتنا روئی کہ تمام میلہ بے مزہ ہوگیا اور سارے لوگ رونے پر آمادہ ہوگئے۔ یہ ظلم بھی سماج میں کبھی کبھی سہنا پڑتا

ہے اس عورت نے بیان کیا کہ اُسے اب بھی پرانا خاوند پسند ہے حالانکہ اُس نے اُسے کس بے رحمی سے گھر سے نکال دیا تھا ہزاروں باتیں ہیں جن پر کلیجہ منہ تک آتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لڑکی کی مرضی کسی خاص لڑکے کے ساتھ شادی کرنے کی ہوتی ہے مگر لالچی والدین اس لڑکی کے خلاف دوسرے گھر والوں سے رقم حاصل کر کے لڑکی کی مرضی کے خلاف اسے شادی رچا دیتے ہیں گویا یہ ایک گائے یا بھیڑ ہے جس کو مالک نے قیمتاً بیچ دیا۔ یہ صرف جہالت اور اندھیر ہے کاش اس سماج میں تعلیم کی روشنی گھر گھر ہوتی تب یہاں یہ مظالم ختم ہوتے اور یہ غیر فطری شادیوں کا سلسلہ جس میں دھاج دہیج کو عروج ملا ہے یکدم ختم ہونا اور یہ دنیا آباد نظر آتی۔ ورنہ سماجی بندھنوں نے ایسے زہراب بنا دیا ہے

ابھی تک اس ظلم کے خلاف جتنا بھی احتجاج ہوا ہے وہ بالکل چند خود غرض آدمیوں کے اثر ورسوخ سے بے اثر ثابت ہوا ہے۔

یہ بات ماننی پڑے گی کہ عورت کو مرد سے زیادہ خود دار ہونا چاہیئے کیوں کہ اُسے مال کا تصرف حاصل ہے اس میں خود کھانا اوروں کو کھلانا کی صلاحیت ہونی چاہیئے۔ جو عورت مرد کی کمائی پر ناز کرتی ہے۔ وہاں میاں بیوی میں گھر کے اخراجات پر ہمیشہ ان بن ہوتی ہے۔ عورت کو سماج ہمیشہ پرائے کی چیز سمجھتا ہے۔ مگر آج کی دنیا میں عورت مرد کا ہم پلہ ہونی چاہیئے تب زندگی کی گاڑی آگے بڑھ سکتی ہے خانگی مشکلات تب دور ہو سکتے ہیں جب عورت مرد کا ہاتھ بٹائے۔ عورت دماغی حیثیت سے زیادہ ذہین اور

با اخلاق ہے اُس کا نازک دل حکمرانی کے قابل ہے۔ ذراسی غم کی داستان پر پگھل جاتی ہے اُس میں وہ تمام صلاحیت درلیعت ہے جو کہ قدرت نے مرد کو عطا کئے ہیں اچھے اور باسلیقہ عورت کے بچے صاف ستھرے اور مہذب ہوتے ہیں۔ وہ بچوں کی جسمانی اور دماغی نشو ونما کی خاص خیال رکھتی ہے انہیں مناسب غذا اور تربیت دیتی ہے گھر کی ہر چیز ترتیب سے رکھتی ہے گھر کی باقاعدہ صفائی کرتی ہے ہر چیز قرینے سے ہوتی ہے جب چیز ضرورت پڑے اندھیرے میں بھی ملتی ہے یہی ایک اچھی عورت کے اوصاف ہیں

کریم۔ بھائی جو ہر بچپن کی شادیاں تباہی اور بربادی کی باعث ہوتی ہیں اس سے دو لوں جسموں میں خرابی کی بنیاد پڑتی ہے۔ محبت کی دلدل میں زندگی اور مستقبل کو کھو دیتا ہے جب انسان مقصد کو بھول جائے تو اس کا زندہ رہنا بے سود ہے۔

جوھر:۔ انسانیت کی محور پر انسان کی گردش مسلسل اور پیہم ہے شادی اگرچہ اہم مسئلہ ہے تاہم اس کے لئے بہت فرصت ہونی چاہئیے جب تک بچے کو سخت مشغول رکھنا چاہئیے۔ جب تک وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے شادی زندگی کی سونے کی زنجیریں ہیں شادی شدہ آدمی زندگی کی دشواریوں سے آزاد ہونا چاہئیے۔ مگر زندگی شادی سے الجھتی ہے خانگی مسئلے پیدا ہوتے ہیں جس طرح شہد کی مکھی کبھی شہد میں پھنس جاتی ہے بالکل یہی مثال شادی شدہ آدمی کی بھی ہے مگر ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی لوگ شادی کے بعد سدھر جاتے ہیں جو لوگ شرابی دچور و جواری ہوتے

ہیں انہیں باسلیقہ عورت فوراً بدل دیتی ہے اور اُسے نیک راستے پر لگا دیتی ہے سور
داس کی مثال اس ضمن میں کافی ہے وہ اپنی عورت کو کافی چاہتا تھا۔ جب وہ میکے
گئی۔ سورداس بھی رات کے وقت اُس کے کمرے میں آیا جس پر اُس کی عورت نے سورداس
سے کہا کہ کاش اتنی محبت تم خدا سے کرتے اتنا سننے کی دیر تھی سورداس سب کچھ چھوڑ
کر خدا کا دوست بن گیا۔

کریم: رشادیوں میں عموماً خانگی جھگڑے قوت برداشت کی کمی کی وجہ سے ہوتے
ہیں جبکہ سسر اپنی بہو کو جانور سمجھ کر بچانا چاہتی ہے کاش ساس اور سسر اس کو اپنی
لڑکی سمجھ کر گھر میں رکھیں۔ ایک طرف ماں و باپ سمجھتے ہیں کہ پرائے لڑکے نے ہماری لڑکی کو
ہم سے چھین لیا ہے اور دوسری طرف لڑکی سوچتی ہے کہ میں نے اپنے ماں و باپ بھائی و
بہن اور سہیلیوں کو چھوڑ کر اپنے محبت کا مستحق صرف خاوند کو بنایا ہے جس کو میں نے
اپنی عزت و آبرو اور سارا جسم بخشا۔ مجھے اپنے خاوند پر محبت کرنیکا پورا حق حاصل
ہے مگر افسوس ناخواندہ ماں و باپ اس محبت کو ٹھکراتے ہیں اور نفرت کے بیج دونوں
دلوں میں بو کر گھر کی مضبوط دیوار کو ہلا دیتے ہیں اس کے لئے تعلیم و تجربہ ہونا لازمی ہے
گھر کی بربادی صرف نااہل ماں و باپ سے ہوتی ہے اگر والدین نیک ہوں تو گھر دلوں کا
شیرازہ بندی مکمل رہ سکتی ہے انہیں لڑکی اور لڑکے سے پورا محبت کرنا چاہیئے
کیا والدین میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ جس کو انہوں نے خون سے
پالا اُس کے چاہنے والے کیساتھ محبت سے پیش آئیں۔ بیرونی ممالک میں والدین شادی
شدہ جوڑے کو چند دنوں کے تفریح کے لئے علیحدہ کرتے ہیں وہ دو دلوں کی
محبت دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بچے کی محبت میں بڑی سی بڑی قربانی دیتے

کیلئے ہمیشہ تیار ہوتے ہیں ہمارے یہاں والدین رسمیہ شادیاں بچوں کی کرتے ہیں اس شادی کا عرمن گھر کا کام سماج اٹھانا اپنی خدمت کرانا اور بچے کی آزادی پر حملہ کرنا ہے۔

اکثر گھروں میں جو کام بھی لیا جاتا ہے اس پر حیوان کو بھی عار ہے۔ جس بچے کیلئے والدین بیقرار رہتے ہیں شادی کے بعد انہیں یہ بچہ کھٹکتا ہے۔ محبت کے بجائے اسے نفرت کرتے ہیں۔ لڑکوں کو بات بات ٹوکتے ہیں۔ اس کے ہر ایک حرکت کو عیب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ افسوس جو والدین ہمیشہ بچے کی بلائیں لیتا ہے اس کے ذراسی تکلیف پر اپنی جانیں نچھاور کرتے ہیں شادی کے بعد وہ محبت حسد میں بدل جاتی ہے اور والدین کے نظروں میں یہ بچہ کانٹا لگتا ہے اس بچے کیخلاف سالوں کے کان زہر سے بھر دیتے ہیں وہ بھی اس کا دل دکھلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں جب اس کی بیوی پانی لانے جاتی ہے تو اس کو ہمسایہ الگ پاگل بناتے ہیں ہوتے ہوتے معاملہ بڑا نازک بن جاتا ہے اور یہ لڑکا والدین سے علیحدہ ہوتا ہے۔ ماد ر والدین کا کلیجہ ٹھنڈا پڑتا ہے ان کے پاس اس پرائے لڑکی کو پریم کرنا ان کے لڑکے کا سنگین جرم ہے انہیں تب مزہ آتا ہے جب یہ جوڑا آپس میں لڑ پڑتا ہے اور والدین دونوں طرف سے شعلے پھونکتے۔ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس کا تجزیہ اگلے صفحوں میں مزید کیجائے گی آج کل جن مسائل سے یہ سماج دوچار ہے وہ صرف نا شادی شدہ جوڑا ہے جن پر گھر والے سخت نگرانی رکھتے ہیں اور ان کی ہر حرکت کو ٹٹولتے ہیں جو کہ اس سماج کی بڑی بدنصیبی ہے۔

جو بچہ گھر میں شیر کی طرح گرجتا تھا وہ لومڑی کی طرح گھر کے کونے

میں دب جاتا ہے۔ اس کو بات بات پر کوستے ہیں۔ سخت گیر قاضی کی طرح
اس پر فتویٰ لگاتے ہیں۔ اور اب اپنے پرائے لوگوں میں اس کو رسوا کرتے
ہیں بچہ خیال کرتا ہے کہ کاش وہ دُنیا میں نہ آیا ہوتا۔ اُس کا ماں و باپ
اُسے جنم نہ دیتا۔ یہ والدین اس کے لئے بے رحم اور بے مروت بن جاتے
ہیں۔ ان شادیوں کا مقصد ہمسایوں کی فرمائش اور ماں باپ کا جھوٹا پیار
اس بات پر ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں اس رسم کے بعد دُلہا دلہن کے
اشارات ٹٹولتے ہیں اپنے پرائے سب ہی خواہ مخواہ ملامت کرتے
ہیں۔ یہ ازدواجی زندگی قدامت پسند والدین کے ہاتھوں لعنت ہے
مذہب اسلام نے اگرچہ ازدواجی زندگی کو کافی سراہا ہے مگر یہ نام کے
مسلمان والدین اس شادی کو غمی میں بدل دیتے ہیں مشکل یہ ہے کہ دُلہن گھر
کے سارے آدمیوں کو کیسے خوش رکھ سکے۔ قدرت نے ہر چیز کا جوڑا
پیدا کیا ہے پیغمبر اور ولی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ حیوانات و
نباتات حتیٰ کہ پھولوں میں بھی جوڑے بنائے اور زندگی کی بہار اسی سے ہے
ایک مکھی ایک پھول سے دوسرے پھول تک بیج اپنے پروں سے لیتی ہے
محبت ایک پوتر اور پاکیزہ چیز ہے۔ صرف ایک وفا شعار عورت
کے صورت میں سامنے آتا ہے جب سے دُنیا کی ابتدا ہوئی خدا
نے آدم کو حوا بخشی اور دُنیا میں پہلا خون عورت پر ہوا۔

جبو ھو:۔ افسوس ہے کہ پندرہ بچوں کی ماں اپنے
بوڑھے خاوند کے پاس بناؤ سنگار کر کے بیٹھتی ہے اس پر حکم

جیا جاتی ہے بوڑھے خاوند کے بچوں کے سامنے عشق لڑانے میں شرم محسوس نہیں کرتی ہے حد یہ ہے کہ حکہ بازی ماری چلتے ہیں اور زندگی کے مزے لیتے ہیں۔ بچوں کے سامنے ایک دوسرے سے آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کرتے ہیں لیکن دولہا دلہن پر کڑی نظر رکھتے ہیں ان معصوم دلوں کو مجروح کرنے میں انہیں مزہ آتا ہے جیا بھی اچھا کھانا بہو پکاتی ہے ولیا ہی ساس بے مزہ پھیکا قرار دیتی ہے۔ کبھی اُسے چڑیل کمینی اور ذلیل ناموں سے بھی تنگ کرتی اسے شاباش آفرین کے بجائے نفرت کرتی ہے۔ بہو کے ساتھ ضد کرنے میں اسے ایک قسم کی راحت ملتی ہے۔

غرض ساس کو اس پرائے انسان کے جذبات کو ٹھیس دینے میں اپنی بڑھائی نظر آتی ہے۔ یہی معاملہ عائشہ کے ساتھ بھی ہوا۔ اس کا ہر ایک قدم ساس کے پاس گھر میں اُلٹ پڑا۔ اب اگر وہ گھر میں رہتی تو کیسے رہتی سسرال کی منحوس ہوا۔ اُسے کہاں راس آتی۔ صبح تڑکے اُٹھ کر عائشہ اٹھتی خدا کے یاد کے بعد چولہا سلگاتی تو ساس کبھی آتی یہ آرام میں بے آرامی کرنے کے لئے۔ ابھی اندھیرا ہی ہے چولہے کو کیا کرنا تھا۔ رضیہ کو خدا پر بہت کم بھروسہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عائشہ کی نمازوں پر طنز کرتی تھی۔

باب پنجم

کرم :۔ دُنیا میں بدقسمت بچہ وہی ہے جس کی سوتیلی ماں ہو جوہر علی انہیں بدقسمت بچوں میں سے ایک ہے جسے سوتیلی ماں نے ردی کے بدلے پھڑ ئے پیار کے بدلے نفرت دی ہے۔ تاریخ سوتیلی ماؤں کے ظلم و ستم سے پُر ہے مگر کئی سوتیلی مائیں اپنی ماں سے بڑھ کر محبت کرتی ہیں۔ وہ بات بات پر بچے سے بلائیں لیتی ہیں وہ رحم و کرم کی مورتی ہوتی ہیں اُسے اپنے سب بچوں کو سنتے وقت دل ٹوٹ جاتا ہے مگر ایسی مائیں خال خال نظر آتی ہیں۔ چند ایسی مائیں بھی ہیں جن کا خاوند مر گیا وہ دو چار بچوں کی ماں ہے تو دوسرا خاوند کرتی ہے پھر جتنے بچے اس نئے خاوند کے ہوں گے وہ صرف ان کی حامی بھرتی ہے۔ اور پہلے بچوں کو بھول جاتی ہے۔

حبیب :۔ یہ باتیں بالکل انوکھی ہیں کہ سوتیلی ماؤں میں رحم... سوتیلی ماں ایک وحشی درندہ ہے سوتیلی ماؤں کی وجہ سے کئی گھر تباہ و برباد ہو گئے۔ شیر شاہ بھی سوتیلی ماں سے بگڑ کر دو دفعہ

گھر سے بھاگ گیا ہے۔ سوتیلی ماں اپنے خاوند کو اشاروں پر نچاتی ہے اُسے
سوتیلے بچوں کا رونا پسند آتا ہے وہ ان بچوں کے دُکھ سے مزے لیتی ہے میری
زندگی سوتیلی ماں کی وجہ سے ایک افسانہ بن گئی۔ گھر میں کبھی چین سے کوئی لمحہ نصیب
نہ ہوا۔ گلی گلی اور کوچوں کوچوں میں مجھے سوتیلے بھائی بدنام کرنے لگے

عام لوگ ان باتوں کو مزے سے سنتے نصیحت کرنے کے بجائے میرے سوتیلے
بھائیوں کو اُکساتے تھے ان باتوں میں بھی زندگی کی عکاسی تھی۔ ان باتوں میں حیرت
واستعجاب اور نیکی بھی تھی۔ یہ پرائیویٹ زندگی کو شکار کرتے تھے جس پر عقلمند طبقہ افسوس
اور واویلا کرتے تھے۔ اوچھے رشتے ہیں جو ہر بار ہر چھوٹا بڑا واقعہ بچپن سے اسی طرح
مشہور ہوا ہے۔

یہاں پر عائشہ کام سے فارغ ہو کر باتوں میں حصہ لیتی ہے اور کہتی ہے کہ دُنیا
میں منحوس اور بدترین شخص وہ ہے جس کے دو عورتوں کے نیچے ہوں ایسی زندگی آگ
سے کھیلنے کے مترادف ہے پنڈت جواہر لال نہرو اور مہاتما گاندھی نے اپنی زندگیاں اپنے
بچوں پر قربان کیں۔ پنڈت جی کی عورت پنڈت جی کو چھوٹی عمر میں داغ مفارقت دے گئی۔ مگر
پنڈت جی نے دوسری شادی نہیں کی۔ دُنیا میں یہی بہترین والدین ہیں یوں تو سماج میں
والدین کا حق اولاد پر زیادہ ہے مگر اولاد کے طرف سے بھی والدین پر چند حقوق ہیں جن
سے نپٹنا والدین کا فرض ہے۔ اس میں بچوں کی تعلیم و تربیت ان کی دیکھ بال و
ضروری ہے۔ باپ کو چاہیئے کہ وہ اپنا آرام چھوڑ کر بچوں کی مستقبل کی فکر کرے انہیں اچھی
تعلیم دیں۔ اور ان کا اخلاقی معیار بلند کرے۔ تاکہ یہ ملک اور قوم کے بہترین شہری
بن سکیں۔

خانگی زندگی میں انسان ایسی ذمہ داری ہرگز قبول نہ کرے جس سے زندگی دوبھر ہے جو شخص بچھو کی ڈنک کا تاب نہ لائے وہ کیوں کر بچھو کے سوراخ میں انگلی دیگا۔ عابد علی اب عورت کے طور طریقہ پرکھتا تھا۔ وہ سوچتا تھا۔ کہ جوہر اور رضیہ کے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ رضیہ نے حد سے بڑھ کر جوہر کو دکھ دیا ہے مگر عابد علی کو اپنی عورت سے پیار تھا اس نے بیٹے کو عورت کی محبت پر قربان دو عیالوں کا پالنا عابد علی کے لئے بہت مشکل بن جاتا تھا۔ لیکن محبت کی خاطر مجبور تھا۔ کبھی کبھی دونوں عیالوں کے بچے آپس میں اس قدر لڑتے تھے۔ جس سے عابد علی کو سخت چوٹ لگتی تھی۔ ایسی زندگی محض ایک قید ہے زندگی میں آزادی اور لڑائی جھگڑوں سے کنارہ کشی ہونی چاہئیے۔ ورنہ آدمی کی زندگی تلخ ہوگی کئی لوگ دنیا میں بہت امن پسند ہوتے ہیں مگر اس دنیا میں زیادہ بھیڑیا ہے ہیں میں اس درندوں کی دنیا سے سخت تنگ ہوں جو دوسروں کا حق چھین کر مزے لیتے ہیں۔ جوہر کو کبھی کبھی گھر سے نکال بھی دیتے تھے۔ جو آزادی بچوں کو حاصل ہوتی ہے اُسے جوہر کے حق میں زہر لکھا تھا۔ لیکن زندہ رہنے کے لئے اپنی سرگذشتہ کو بھول جانا مجبوری ہے عائشہ کہیں سے وارد ہوتی ہے اور اپنا دکھڑا سنانے لگتی ہے وہ نازک دل رکھنے کے ساتھ عام عورتوں کی باتیں سوچتی ہے عورتوں کی حالت سماج میں بہت نازک ہی اسی دنیا میں انکیلئے جہنم ہے انسانیت کے مذاق سے سب ہی سسرال میں نا آشنا ہوتے ہیں وہ بہو کو محض ایک کھلونا سمجھتے ہیں۔ جب بیچاری کھانے بیٹھتی ہے اس کے نوالے حرے نہ جاتے ہیں۔ نند اور بھاوج اس پر حکم چلاتی ہے سب لوگوں کا جھوٹا اور روکھی سوکھی کھا کر گذارہ کرتی ہے کبھی ساس کی خوراک کھاتی ہے ساس سسر کے پاؤں دباتی ہے کبھی ساس کی مالش کرتی ہے

کبھی دیر تک چرکھا کاتتی ہے رات گئے تک بچوں کی ناز برداری کرتی ہے جب اونگھنے لگتی ہے تو سسر اُسے بستر پر جانے کی اجازت دیتا ہے صبح تڑکے چولہے کو لیپ کر سلگاتی ہے گائے کی گوبر اُٹھاتی ہے پھر گاؤ خار اور گھر کی صفائی کرتی ہے رسوئی پکا کر تیار کرتی ہے جب سب کھا لیں تو ساس اُسے بھی کچھ بچا کھچا کھانے کا حکم کرتی ہے ان سب باتوں کو ساس نے عائشہ کی نافرمانی قرار دیکر اُسے اپنے گھر سے نکال دیا۔ اور افلاس میں مبتلا کیا۔ اس پر بھی اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اپنوں اور پرائے لوگوں سے ملکر سازشیں کرتی ہے خیال یہ ہے کہ عائشہ کو جان سے مار ڈالے۔ دنیا میں سیدھے سادے لوگ ہمیشہ دھوکا کھاتے ہیں، دوسروں کے باتوں میں آکر ان کے لئے کچھ کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں رضیہ بھی تو چالاک ہے یہی وہ بیچاری بھولی عائشہ کو مندر بنا کر چھپانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اُسے اتنے دکھ دئیے کہ حساس انسان کی روح کانپ جاتی ہے۔ خیر عائشہ اپنی تقدیر کی کھوٹ سمجھ کر قناعت رہی ہے۔

کریم۔ عائشہ سے کہتا ہے کہ اگرچہ تمہیں ساس اور سسر سے دکھ جھیلنے پڑے مگر عورتوں میں بھی خاصا خامیاں ہیں وہ ایک دوسرے کی غیبت کرتی ہیں خیالی کھاتی ہیں۔ یہ پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں ذرا ذرا سی بات پر جھگڑتی ہیں بیکار رہنے کے کارن دوسروں کی برائیوں میں دل صرف کرتی ہیں۔ خاوند پر ہمیشہ نالش کرتی ہیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے پڑے رہتی ہیں۔ جب مرد انہیں ان کی بھول پر ڈانٹتا ہے تو چڑ رونا شروع کر دیتی ہیں رونا عورت کی بڑی کمزوری ہے مرد عورتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ ملک میں گھر کی بہتری عورتوں کے دستکار رہنے پر لازمی

ہے۔ میں نے ایک دفعہ ایک عورت کے گھر رنگا رنگ کھانا کھایا اور اسے پوچھا یہ کیسے گھر میں آیا اس نے جواب دیا۔ یہ چرخہ کاتنے کی برکت ہے کھانا پکانا اگرچہ عورتوں کا روزمرہ کا کام ہے مگر پھر بھی جس گھر میں چار پانچ عورتیں ہیں۔ وہاں کام کو تقسیم کرنا گھر کے لئے بہتر ہوگا۔ کیونکہ عورتوں کے دستکاری میں لینے سے ان کا مزاج بھی درست ہے

جوھو:۔ دوست کریم میں عائشہ کے سامنے تمہیں محبت کی میٹھی اور رسیلی باتیں بتاتا ہوں۔ محبت ایک ایسی چنگاری ہے جو انسان کو بیقرار رکھتی ہے بڑے سے بڑا مصیبت محبت سے راتی نظر آتا ہے جہاں میاں بیوی کا جوڑ جنہیں فطری محبت ہوتی ہے اپنی زندگی کو پہاڑ کے چوٹی پر بسر کر سکتے ہیں

کریم:۔ تب تو آپ پکے عاشق ٹھہرے۔ آپ نے سب کچھ چھوڑ کر عائشہ کا دامن پکڑا اور اپنی زندگی خطرے میں ڈالدی۔

جوھو:۔ عائشہ کی محبت نے مجھے ہر چیز سے لاپرواہ کر دیا۔ محبت نے میرے حوصلے اور ارادے مضبوط بنائے۔ مجھے جھونپڑی میں رہ کر محل کا مزہ آتا ہے۔

کریم:۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ اگر محل میں رہتے اور دل اپنے جوڑے کے ساتھ نہ ہوتا تو آپ کو وہ محل ویران نظر آتا۔

جوھو:۔ جب یہاں کی شادیوں کا ذکر دوسرے ملکوں میں ہوتا ہے تو وہ ہمیں وحشی سمجھ کر ہنستے ہیں۔ یہاں کی تہذیب و تمدن پر لا تعلقی رشتوں کے ٹکڑے ہوئے ہے غیر فطری شادیوں میں ہر دو دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ ایک عورت اپنے مرد سے نفرت کر کے دوسرے مرد کو چاہتی ہے، اور مرد اپنی عورت کو چھوڑ کر دوسروں کی عورتوں پر جان دیتا ہے اس طرح بے شرمی اور بے حیائی کو فروغ ملتا ہے اور مطلق کے حد وجہد کو توڑنے سے بے شرمی کو تراغ ملتی ہے ایسے بزرگ جو سوئمبر کی شادیوں کے قائل نہیں ہیں شرم کو بے شرمی اور حیا کو حماقت کہتے ہیں۔

کریم۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک پر عمل کرنا اور اپنی زندگی کو اسلامی قوانین کے تحت چلانا تمام قسم کے برائیوں سے پرہیز کرنا ہے جس سے دُنیا اور آخرت میں فلاح ہو گی اور زندگی کامیابی سے بسر ہوگی۔

جوجو:۔ میرے گھر سے علیٰحدگی کا معاملہ گاؤں کے لیڈر اور مفتی اعظم کے پاس لیا گیا۔ مفتی صاحب مجھے اچھی طرح جانتے تھے وہ ہوس کا پکا بندہ تھا۔ وہ عورت کو ایک ہی نظر میں تاڑ لیتا تھا۔ عائشہ کو بھی اس نے تاڑ لیا تھا۔ مگر مجھے عائشہ پر کامل بھروسہ ہے اسے اپنی عصمت جان سے عزیز ہے وہ دولت و حشمت کو عزت کے مقابلے میں ہیچ سمجھتی ہے لیڈر صاحب نے فرمایا کہ عورتوں کی کئی قسمیں ہیں جنہیں سونے اور کوئلے کہتے ہیں۔ اسی طرح مردوں میں بھی سپوت اور کپوت ہیں۔ مفتی صاحب میرے معاملے میں واقف تو تھے ہی مگر ان باتوں سے اس کا مطلب کچھ اور تھا کہنے لگے عورت ہاتھ پاؤں رکھتی ہے اگر کوئی عورت کسی دوسرے سے محبت کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عورت کو دوسرے سے محبت کرنے کا حق خاوند کے علاوہ پورے طور پر حاصل ہے کیونکہ یہ دل کی مرضی ہے اس میں کوئی پابندی نہیں ہے میں نے جواب دیا صاحب اگر آپ کی لڑکی بھی کسی دوسرے سے محبت کرے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرے تو کیا ہو گا میرے جواب سے صاحب برافروختہ ہو گئے۔ ہمارے مذہبی اور سیاسی لیڈر قوم کو بہکاتے

ہیں مذہب کے پردے میں لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ مسجدوں و مندروں اور گرجاؤں میں پیش پیش حصہ لیتے ہیں۔ سیاسی میدانوں میں و پبلک جلسوں میں سماجی برائیوں پر خوب لے دیکر تے ہیں مگر خود اس کے برعکس کرتے ہیں۔ یہ لوگ اوروں کو نچانا خوب جانتے ہیں۔ یہ لوگ بڑی منطقی باتیں کرتے ہیں مذہب کے پیچیدہ سے مسئلے جانتے ہیں بڑے بڑے گناہوں کی معافی ان کے ہاں چھوٹی سی بات ہے تب ہی ان کی گمراہی ہے ایسی گمراہی سے قوم لوط اور قوم عاد ہلاک ہو گئے ہیں ان مذہب کے ٹھیکیداروں کو اچھی طرح جانتا ہوں جو کہ سماج میں ناسور سے کم نہیں ہیں ایسے لیڈر ان لوگوں کی حامی بھرتے ہیں جو اپنی بیٹی و مال عورت یا بہن کو ان کی ہوس پورا کرنے کیلئے دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ہم جنس سماجی برائیوں کے مجرموں پر پردہ ڈالتے ہیں اور ان کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ یہ لوگ ایماندار افسروں کو دبا کر رشوت کماتے ہیں غریبوں کا خون چوستے ہیں۔ یہ لوگ عوام سے ناک بھوں چڑھا کر ملتے ہیں اور انہیں دھتکارتے ہیں۔ ایسے ہی ظالم بے رحم کمینے ور لیڈروں سے جو بچپن سے آج تک واسطہ پڑا ہے جو کل تک جھونپڑیوں میں رہتے تھے روٹی کے لئے ترستے تھے آج ان کے پاس رہنے کے لئے محلات ہیں کانوں کے بغیر زمین پر پاؤں نہیں رکھتے ہیں آسمان پر دماغ رکھتے ہیں۔ بزرگان دین تجارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اقتدار کے نشے میں روحانی مجلس کراتے ختمات پڑھاتے مگر اس میں بالکل خلوص نہیں ہوتا ہے۔ یہ صرف لوگوں کو بہکانے کے لئے کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں دیندار سمجھ بیٹھیں حالانکہ دیندار آدمی حکومت کے نشے میں غریبوں کو بھولتے نہیں ہیں۔ بلکہ حکومت ملنے پر انہیں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کی فکر ہوتی ہے کمینے لوگوں کو دولت آتی ہے تو وہ غریبوں

پر سوار ہوتے ہیں لوگ انہیں سلامی دینے کیلئے ہر روز امس لیے جلتے ہیں تاکہ انکے ظلم سے بچا رہیں۔ پیغمبر اسلام صلعم نے فرمایا کہ لوگوں میں بدترین آدمی وہ ہے جس کو اس لیئے تعظیم دی جائے تاکہ لوگ ان کے ظلم سے بچ جائیں ظالم حکمران کے سامنے سچی بات کرنا جہاد ہے ایک دفعہ ایک عجمی پیغمبر اسلام صلعم کے پاس آیا اور تھر تھر کانپنے لگا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو میرا باپ سوکھا گوشت کھاتا تھا۔ پیغمبر اسلام صلعم نے رعیتوں پر اپنا سایہ رکھا۔ غلاموں کے مرتبے دنیا میں بڑھائے۔ مظلوموں کو شہنشاہیت کے قابل بنایا۔ جابروں اور ظالموں کو نیچا دکھایا اور ان کے غرور کو ملیامیٹ کیا۔ دختر کشی جیسے بری رسم کا کلی انسداد کیا شراب اور جوئے کو حرام قرار دیا۔ ہر قسم کی برائی کی سزا اسلام نے اپنے ضابطے میں مقرر کی۔ سرمایہ داری کے بتوں کو ٹھوکر لگا کر پاش پاش کیا اور فرمایا قوم کا سردار قوم کا خادم ہے۔

باب ششم

عائشہ نے اپنی جہیز بیچ کر ایک مکان رہنے کے لئے خرید ا کیوں کہ اس کی غیرت نے اُسے کرایہ کے مکان میں رہنے سے روکا اور وہ دونوں میاں بیوی اِس مکان میں رہنے لگے۔ بدقسمتی یہ تھی کہ یہ مکان سوتیلی ماں کے نظروں کے سامنے تھا سوتیلی ماں نے جوہر کے ہمسایوں کو اپنی طرف گانٹھ لیا اور سوتیلے بھائی نے اُن کے کانوں میں زہر بھرہ یا اگر گیلی لکڑی کو بھی سلگانا ہو تو پھونک پھونک مار کر وہ بھی سلگائی جاتی ہے ہوتے ہوتے ہمسایہ ان کے خلاف ہو گئے عائشہ کو سخت تنگ کرنے لگے روز روز لڑائیاں ہونے لگیں۔ عائشہ مکان کی کھڑکیاں بند کر کے گویا قید خانے میں بیٹھی تھی۔ اب ہمسائیوں کو پینے کے پانی پر لڑنے کا موقع تلاش کرنا پڑا حالانکہ راستے اور عام گذرگاہوں پر ہمارا چلنا بھی اب ان کینہ ہمسایوں کو جھگڑنے کا بہانہ بن گیا۔ ہم نے دامن صبر ہاتھ سے نہ چھوڑا کبھی ہمارا بچہ ان کے بچوں کے ساتھ معمولی چھیڑتا تو انہیں فوراً لڑائی کا بہانہ مل جاتا۔

۱۹۷۳
اتفاق کی بات ہے کہ ماسٹر پلان کے تحت جو سرکاری ٹینسی مکان دوسرے مکانوں کی طرح سڑک کی کشادگی کے سلسلہ سڑک کی زد میں آیا۔ اس سڑک سے اس وقت کے لیڈر کی کار چلتی تھی اور وہاں مکان والوں کے ساتھ بجائے ہمدردی نفرت رکھتا تھا۔ سڑک کی کشادگی کی غرض اسے ایک کارکن کو سیاسی وانڈہ دینا تھا۔ چنانچہ اس پلان پر پانچ لاکھ روپے منظور ہوئے ایک لاکھ مفتی اعظم نے کھایا۔ ایک لاکھ لیڈر کے ایم ایل سی نے کھایا ایک لاکھ محکمہ مال کے افسروں کے نذر ہوا۔ کچھ روپے چند مکان والوں کو ملے۔ ہم بدنصیب لوگوں کی ملکیت کو خالصہ سرکار میں بدل دیا گیا اور پٹواری وقت سے ہماری جائیدادوں کو ریکارڈ پٹوار میں توڑ مروڑ کر رکھا گیا اتنا ہی نہیں بلکہ اس معاملہ کو ایک بڑے عدالت کے سپرد کیا گیا۔ جہاں پر ہماری صداقت کو سرکاری وکیل جج سے مل کر جھٹلاتا ہے اور خالصہ ہی قرار دیتا ہے اس طرح ہم پانچ گھر اس بڑے غضب میں پھنس گئے اور یہ ہماری لیڈر کی غضب کی ادنیٰ نشانی ہے جو غریبوں کے جائیداد سے کھیلتے ہیں اور انہیں بڑے بڑے مقدموں میں پھنسا دیتے ہیں اپنے لئے محل تیار کرتے ہیں اور غریبوں کی کٹیا بھی اُن کے نظروں میں کھٹکتے ہیں۔ سات سال سے ہم اس ... کا مخالف کرتے ہیں اور ... ہیں ... ہم لوگ عدالت کے دروازوں اور موکلوں سے قطعی ناواقف تھے اب سے آشنا ہو گئے۔ یہاں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنایا جاتا ہے وکیلوں کی جادو بیانی نے ایک دفعہ ایک بے گناہ کو مجرم قرار دیکر اسے سات سال کی سزا دلوائی۔ جب اس کو رہا کیا گیا تو اس نے ایک چلتی گاڑی سے خود کو دھکیل کر اپنے آپ کو ہلاک کیا۔

ہم نے اپنی جائداد کے کھو جانے پر افسوس تو کیا مگر لبید کے کان تک جوں تک نہ رینگی۔ کہاں گئے وہ دن جب نوشیرواں جیسا عادل حکمراں اس دنیا میں حکومت کرتا تھا۔ ایک بڑھیا کی کٹیا اس کے محل بنانے میں حائل ہوا۔ بڑھیا نے معاوضہ کٹیا کا نہ مانا نوشیرواں نے کہا کہ نوشیرواں کا محل ادھورا رہنا اس سے بہتر ہے کہ بڑھیا کا دل دکھ جائے۔ حکومت کا نشہ بڑا خطرناک ہے اس نشے سے تیمور نے سمرقند کے قرب وجوار میں اتنے آدمی قتل کئے کہ ان کی کھوپڑیوں سے ایک قلعہ بنایا گیا جس کو دیکھ کر تیمور انسان پر طنز کرتا تھا۔ مگر آج تیمور کا وہ فخر و غرور کہاں ہے موت نہ ہوتی تو یہاں لاکھوں تیمور دنیا میں ہوتے۔ دنیا میں جہاں امیروں کے محلوں میں رنگا رنگ بجلی کے قمقمے جلتے ہیں۔ پنکھے چلتے ہیں۔ صوفا سیٹ پر بیٹھ کر غریبوں کے تباہیوں کے منصوبے بناتے ہیں۔ حقارت سے غریبوں کی زندگی کا مذاق اڑاتے ہیں سما کاروں میں جنازے میں شرکت کرتے ہیں یا نہیں یہ غدار دنیا ایک دن نکالتی ہے۔ یہ پھر اپنے اور راہ نشین فقیر میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں کوئی آہ نہیں آنسو نہیں بہاتا ہے جس طرح یہ بے بس اور بے کس انسانوں کا مذاق اڑاتے ہیں اسی طرح دنیا بھی ان کی ہڈیاں گوشت و پوست چبا کر کھاتی ہے گویا یہ بدمست آدمی دیوار کے نقش تھے جو کہ مکان کے تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ خود ہی مٹ گئے انسان دنیا میں دولت و حشمت ساتھ نہیں لیتا ہے فقط ایک کفن کا ٹکڑا اگر وہ بھی قسمت ہو۔ دنیا میں کسی شخص کی بدی یا نیکی رہ جاتی ہے جس کو دنیا والے ہمیشہ یاد کرتے ہیں۔

جلال الدین خوارزم نے تیمور کو بہادری اور اولوالعزمی کا جو سبق سکھایا اس کو دیکھ کر تیمور بے اختیار کہتا ہے کاش میرا بیٹا بھی ایسا ہی بہادر ہوتا۔ یقیناً قوم کو بہادروں اور

دفا شعاروں کی ضرورت ہے ورنہ چند دنیا کے تیمور اور چنگیز خاں دنیا والوں کی زندگی تلخ بنا دیں گے اور طاقتور کمزور کو کھا جائیں گے

اُٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو!

کاخ امراء کے در و دیوار کو ہلا دو

گرماؤ غلاموں کا لہو سوز یقین سے

کنجشک فرومایہ کو شاہین سے لڑا دو

علامہ اقبال نے سرمایہ داری غریبی کے جنگ کا نقشہ خوب کھینچ کر رکھا ہے اسی طرح وہ ایک کم مایہ چڑیا کو شہباز سے لڑانا چاہتے ہیں لیکن اس کے لئے عالی ہمتی کی ضرورت ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں سہ

محبت مجھے اُن جوانوں سے

ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

معلوم نہیں یہاں اُستادوں کے مقابلے میں وکیلوں کی کیوں زیادہ عزت کی جاتی ہے روس میں اُستاد ایک اہم فرد سماج کا خیال کیا جاتا ہے جو کہ نوکری بھی دیتا ہے اور پڑھتا بھی ہے۔

امریکہ میں اُستاد کا مشاہرہ پانچ ہزار ماہانہ اور سواری کے لئے ایک کار بھی رکھتا ہے یہاں پر حقیر پیشہ ور اُستاد کو سمجھا جاتا ہے۔ یہاں کی حکمران طبقہ نے پچھلے تیتیں برس میں اندھے ولنگڑوں دماغی مفلوج آدمیوں کو اُستاد بھرتی کیا ہے موجودہ حکومت اب اس کی طرف توجہ دیتی ہے مگر پچھلے نقصان کی تلافی نا ممکن ہے یہاں کے لوگوں کو پتہ نہیں چلتا ہے کہ جن لوگوں کی وہ عزت کرتے ہیں وہ انہیں لوٹتے ہیں انہیں آپس

بھی لڑاتے ہیں انہیں غریب اور مفلس بنا کر خود عیش و عشرت کرتے ہیں بڑے سے بڑے مقدموں کو آسامیوں کے سامنے پانچ منٹ کا کام خیال کرتے ہیں حالانکہ معمولی مقدموں کو کم سے کم پانچ سال سے دس سال تک عرصہ لگتا ہے۔ ایک دفعہ دو کسانوں کو ایک بیل پر لڑائی ہوئی دونوں نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا بیل تو ان دونوں دو سو روپے کا تھا لیکن مقدمہ پر سات سال کے عرصہ تک بارہ سو روپے خرچ آیا اور پھر دونوں فریقین کو مقدمے سے دستبردار ہونا پڑا۔ اگر ملک اور قوم کو کوئی شخص ترقی کی راہ پر لگا سکتا ہے تو وہ استاد ہے۔ میں نے استادوں میں خلوص و نیک نیتی اور خیالات کی پاکیزگی پائی۔ جس استاد نے کسی لیڈر کو پڑھایا ہوا گر اتفاق سے وہ اس کے ساتھ بات کرے تو لیڈر کہتا ہے کہ تمہاری باتوں میں بچوں کی سی بو آتی ہے۔ یہ اس کا معاوضہ ہے جو سختی اٹھا کر اس نے اس لیڈر کو پڑھایا ہے اقتدار میں ایک خاص نشہ ہے اس میں یہ لوگ سیدھے منہ الکشن تک کوئی بات نہیں کرتے ہیں جب کرسی سے گرتے ہیں تو پبلک جلسوں میں خوب رونا روتے ہیں موت کو یاد کرتے ہیں سیدھے سادے لوگ ان کی باتوں میں آتے ہیں ان کی دعوتیں کرتے ہیں انہیں زندہ باد کرتے ہیں انہیں لوگوں میں ابھارتے ہیں پچھلے چند برسوں میں نوابوں نے نوجوانوں کو خوب ابھارا۔ نوجوان ان کے سامنے نعرے لگاتے دھا نگڑہ کرتے تھے جس سے نوجوان طبقہ کی غیرت اور حمیت میں بہت فرق آیا نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ سچے لیڈروں کی آؤ بھگت کریں جن میں قوم اور ملک کا ... ہو۔ ایسے آدمی ہزاروں سال کے بعد دنیا میں آتے ہیں لیکن لوگ ان کی قدر نہیں کرتے ہیں۔ عوام کو چاہیئے کہ وہ لیڈروں کی باتوں کو سمجھیں اور خود غرضی لیڈروں کو الگ چھانٹ لیں۔ عوام سب سے بڑا طاقت ہے وہ جو چاہیں وہی ہو سکتا

ہے۔ جو لیڈر عوامی اعتماد سے دستبردار ہو کر حکومت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کسی کے ووٹ سے نہیں بنے ہیں انہیں آج عوام کی طاقت کا صحیح اندازہ ہو گیا ہے

میں ۱۹۴۲ء کو پیدا ہوا ہوں۔ ۱۹۵۸ء میں ایک مقامی ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد خاندانی رواج کے مطابق عربی فارسی اور علم طب کی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں سرکاری اسکول میں اُستاد ہوا۔ ۱۹۶۵ء میں ایف۔ اے اور ۱۹۷۰ء میں بی۔ اے پاس کیا۔ تعلیمی شغف اس قدر طبیعت میں رچ گیا ہے کہ آج بھی روز سو دو سو صفحے پڑھ کر دم لیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ کو میری یہ خدمت پسند آئے گی۔

حافظ محمد امین حکیم

باب ہفتم

ناگشہ جو ہلے کو سدگاری تھی بارش زور زور سے ہو رہی ہے مکان میں چھن چھن کر
ٹپک رہی ہے اگرچہ مکان تین منزل ہے مگر ہوا و طوفان اور آفت سماوی اسی مکان کے لئے
ہیں معلوم نہیں کہ آسمان والے کو مکان سے چڑ ہے یا مکینوں سے۔ مکان کی چھت ایک
سال میں برف باری کی وجہ سے گر پڑی جس پر بڑے پاپڑ بیلنے پڑے اور پھر چھت ہوگئی
اب اگر برف گرتی ہے تو مکان والوں کی جان نکل پڑتی ہے ایسا نہ ہو کہ اس کی چھت
گر پڑے۔ خدا سے منتیں مانگ کر ایک ایک سال مکان میں نکلتا ہے سال میں برابر دس
بار اس کی چھت اُڑ جاتی ہے غریب جوہر کو گھاس خریدنے کے لئے بڑی محنت کرنی
پڑتی ہے برف گرانے کے وقت ایک آدمی مکان کی چھت سے نیچے آیا اب سے
سارے محلے میں تہلکہ پڑ گیا کہ اس مکان میں جن رہتا ہے تب ہی وہ آدمی چھت
سے نیچے آیا اب خدا خدا کر کے کوئی دل والا دوگنی اجرت لیکر کام کرتا ہے اور مرکر
بچ جاتا ہے۔ اتنا ہی نہیں اس کے مقدرے پر سالانہ دو ہزار روپے خرچ کرتے ہیں جو کر

ہمارے لیڈر کی مہربانی ہے جس کو بچپن سے زندہ آباد کیا جس کے پیچھے ایک عمر قربان کی
اُس نے بھی معاوضہ دیا۔ جیز اور اچھے لیڈر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بارش کے دنوں میں میرے
مکان کا چھت ٹپکتا ہے اور مشکل سے سونے کی جگہ بچ جاتی ہے۔ بارش عیال میں
سہمی ہوتی ہے بلی کی طرح سارے عیال کونے میں رک جاتی ہے جتنے بھی گناہ دنیا میں
ہوتے ہیں اُن کا بدلہ جوہر ہی کو دینا ہوتا ہے ہمسایے یہ رنگ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ہنسکے
کہتے ہیں کہ جوہر کا مکان گر جائے ہم خوب دل کھول کر تماشہ دیکھ لیتے یہ کہتے کہتے ہمسایہ
کا مکان میرے سامنے گر گیا جو کہ میرے مکان سے کافی مضبوط تھا۔ جو شخص اپنے
ہمسایہ کی مکان سے آگ چاہیئے تو جلد ہی اپنی کھڑکی سے ہی آگ نکلتے دیکھا ہوگا۔
ایکدفعہ سارا چھت بارش اور طوفان نے صحن میں آگیا جوہر اور اُس کا سارا کنبہ مکان
کو بچانے کی خاطر طوفان میں چھت جمع کرنے لگے۔ تب سے جوہر طوفان اور بارش
میں سہم جاتا ہے کہتے ہیں کہ زیادہ بارش میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ میرا مکان بارش
اور طوفان کا آماجگاہ بنا ہوا تھا میں نے جو دعائیں مانگی وہ اُلٹی ہوگئیں۔ بس زندگی کے
لطف صرف امیر لوگوں کے لیے ہیں جنہیں محنت کم اور آرام زیادہ ملتا ہے گھر بیٹھے
مزدوروں کو حکم کرتے ہیں خود گاؤ تکیوں اور پلنگوں پر بیٹھے ہوئے ہیں سب کام غریب
لوگ کرتے ہیں کاش سماج کا یہ مزاج بدل جاتا اور غریب کے چند دن بھی آرام و آسائش
میں بسر ہوتے۔

جوہر ہمسایہ سے کہتا ہے کہ بارشوں اور برفباری سے مکان کچھ دب گیا ہے
راہ گیر اس سے نکلنے کو کہتے ہیں ورنہ جان کا خطرہ ہے لیکن جب بھی ہو ہم اسی میں رہیں
گے جب ہمارا مالک اس میں خوش ہے تو ہمارا کیا زور چلیگا آخر میں چھوٹے چھوٹے بچے

ہیں اگر رات کو معمولی آہٹ ہوتی ہے تو میں سہم جاتا ہوں۔ آخر مکان تو خستہ ہو گیا ہے۔

جوہی :- پرانے مکانوں میں کرایہ پر رہنا بھی مشکل ہے ایک تو وہ کرایہ لیتے ہیں اور دوسری طرف لپائی پر غصہ کرتے ہیں اگر بچے ادھر اُدھر کھیلیں تو ناخوش ہوتے ہیں تم جانتے ہو کہ میرے منے کو سب ہی ہمسایہ بری نظر سے دیکھتے ہیں آخر ان کی اولاد بھی ہے ہمیں کسی کی بدی نہیں ہے ہم دوسروں کے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں مگر ہمارے منے کو دیکھ کر کانا پھوسی کرتے ہیں وائے غریبوں کے بچے دوسروں کو ہمیشہ عجیب لگتے ہیں خدا نے ہمیں بھی انسان بنایا ہوتا تو یہ دن دیکھنے نہ پڑتے تمہیں یاد نہیں ہوتا ہے کہ اکرم کی بیٹی جو صرف کڑاکے کی سردی میں ایک ہی قمیض رکھتی ہے اُسے فرن میسر نہیں ہوتا ہے بیچاری پائجامہ کہاں سے لاتی ماں و باپ ہمیشہ اُسے کام پر لگائے رکھتے جنوری کی آٹھ تاریخ تھی بارش اور برف زوروں پر ہو رہی تھی اکرم کی یہ آٹھ سالہ لڑکی روٹی لانے بازار گئی واپس آکر سردی سے کانپ رہی تھی۔ کانگڑی قمیض کے نیچے لی قمیض کسی امیر گھر نے موم کی دی تھی۔ اس میں آگ لگ گئی اُس نے چلایا کسی نے نہ سُنا آخر بیچاری جل گئی ہسپتال میں زندگی کے چند لمحے گذارے اور جان دیدی۔ غریبوں پر اکثر حادثات ہوتے رہتے ہیں

عالیشہ :- یہ جو ہمارے سامنے ہمسایے ہیں اِن کی گائے دودھ دیتی ہے ہمارے بچوں کو بچھڑے سے ہاتھ لگانے نہیں دیتی ہے اور کہتا ہے ارے بدبختو میرے بچھڑے کو ہاتھ نہ لگایا اسے نظر لگ جائیگی تم منحوس ہو۔ خدا تو دولت اُسے دیتا ہے جس شخص کو دولت کا مستحق پاتا ہے پر سوکھ ہی میرا بچہ اس ہمسایے کے پاس

ساگ لینے گیا انہوں نے اناج کو بیچ لیا اور کہا کہ تم روز روز کبھی چاول اور کبھی ساگ مانگتے ہو کیا تم ہمیں یہاں رہنے نہ دو گے۔ سماج میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ معمولی حیثیت کے آدمی کو گذارہ بننے پر ایسا غرور ہوتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ وہ بیچارے غریبوں کی زندگی تنگ کرتا ہے انہیں طرح طرح کے دکھ دیکر ستاتا ہے اُن کی چغلیاں کھاتا ہے خواہ مخواہ انہیں تنگ کرتا ہے ایک عمر بھی اگر گذریں ہے لیکن آخر کو ضرور دکھ ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ کمینہ کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے اگر کتے کو آپ کھانا چھوڑتے ہیں تو وہ آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیتا ہے مگر کمینہ آدمی کھا پی کر دشمن کرتا ہے اوچھے لوگ دنیا میں کسی کے نہیں ہوتے ہیں وہ اپنے مطلب کے دوست ہوتے ہیں جب انہیں کبھی مطلب پورا نہیں ہوتا ہے تو اُن سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے اور وہ کاری زخم لگاتا ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوتا ہے۔

کریم کہیں دور سے جوہر کے گھر آتا ہے اور وہ دونوں میاں و بیوی کی گفتگو سن کر کہتا ہے کہ دنیا میں کمینہ آدمیوں سے کیسے چھٹکارا پائے جائے اس کا واحد طریقہ ہے کہ نیک اور اچھے کمینوں کی بستی بالکل علیحدہ ہونی چاہیئے ایک دفعہ گاؤں میں ایک بڑے آدمی کو اپنے بھائی سے رنجش ہوئی پھر کہنے لگا کہ آدمی کا بچہ بد ہے کتے کا بچہ پالنا چاہیئے مگر آدمی کا بچہ نہیں پالنا چاہیئے ہمارے آس پاس کوئی صاف کپڑے پہنے وعورت صاف و پاک رہے تو اس کو، لوگ دوسروں سے اشاروں سے دکھاتے ہیں مگر جب یہ نقطہ چین خود صاف ستھرے ہوتے ہیں تو عام لوگوں سے تعریفیں کراتے ہیں یہ کیسی خود غرضی ہے کہ اپنے لئے دنیا میں سب کچھ اچھا سمجھے مگر دوسروں کی ترقی سے جل جائے۔ یہ اب پرانی

بات ہے کہ آدمی ایکدوسرے کا بھلا چاہیئے۔ ایکدفعہ میں نے ایک عالم دین سے پوچھا کہ آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہا کتنے سادہ لوح آدمی ہو بسج جورے دنیا جھوٹ اور مکاری کے بغیر نہیں چل سکتی ہے آپ لوگ اسی لئے سماج میں اہم نہیں ہیں آپ بھی سیاسی چالاکیاں جانتے تو ترقی کی ہوتی۔ میں نے کہا کہ شراب کے بارے میں کیا حکم ہے کہ پینے والے پیتے ہیں اور آپ مذہب کو ڈھونڈتے ہیں یہ ہمارے دیندار لوگوں اور واعظوں کا حال ہے تو اگر میں اس سے پوچھتا کہ بدکاری کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے وہ فوراً جواب دیتا خدا گناہوں کو بخشتا ہے۔ یہ مذہب کے ٹھیکیدار جنہوں نے مذہب کو ناجائز سمجھا ہے لوگوں کو کس راستے پر لگا دیں گے۔ یہ تو دین کی استحصال ہے سیاسی استحصال کی طرح مذہبی استحصال بھی ہوتا ہے۔ یہ لوگ بڑے سے بڑے گناہوں کو معمولی سمجھ کر خود ہی اس کی معافی تجویز کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راہبو تم اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہو دین کیھاتے ہو اور دنیا کو آباد کرتے ہو۔ مذہب کے ٹھیکیدار عموماً دولت مند ہوتے ہیں جو کہ دین میں نئی باتیں پیدا کرتے ہیں اپنے گناہوں کو دولت سے پردہ کرتے ہیں سیاسی لڑے پر فرق ہوتا ہوتے ہیں مسجدوں میں وہی لوگ منتظم و متولی و موذن و امام اور واعظ ہوتے ہیں جو دین کا بیوپار کرتے ہیں غریبوں کی جھوٹی قسمیں کھا کر مسجدوں میں پہلے صفے میں بیٹھ کر قوم کا پیسہ حاصل کرتے ہیں اپنے لئے دولت جمع کرتے ہیں۔ یہ لوگ صبح سے شام تک خدا کے گھروں میں پانچ وقت مصلیٰ حاضر ہوتے ہیں لوگ انہیں دیندار سمجھ کر اپنے خون پسینے کا پیسہ دیتے ہیں اور یہ نقلی دیندار اپنے عیش و عشرت پر صرف کرتے ہیں۔ بالکل یہی مثال مندروں میں بھی ہوتی ہے مذہب کی آڑ میں

مندروں میں بڑی سے بڑی بداخلاقیاں ہوتی ہیں۔ کاش لوگ مذہب کے اصول سمجھ کر صحیح دیندار بنتے۔

سوال نمبر ۵ جمہوری سماج میں وہی لوگ حکومت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو کبھی کبھار پھاڑ کر حکومت کے خلاف نعرے لگاتے ہیں جو کمینے اور بدمعاش لوگ ہوتے ہیں۔ سماج کا یہی طبقہ آگے بڑھتا ہے شریفوں کو منسٹروں کے دفتروں سے دھکے دیکر نکالا جاتا ہے مگر کمینوں کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے یہاں کمینے اور اوباش لوگوں کو الکشن کے لئے بڑھائے جاتے ہیں تاکہ وہ برقع نہیں کو ووٹ ڈالیں کوئی بھی دور ہو اور کیسے ہی حکمراں ہوں مگر حاتم اور نوشیروان نہیں بن سکتے ہیں اور نہ میرے دکھوں کی دوا ہو سکتی ہے ہر سال مرکزی حکومت غریبوں کے لئے عموماً اور چھوٹے درجے کے ملازموں کے لئے خصوصاً مکان بنانے کے منصوبے بناتا ہے مگر ہمارے خستہ حال مکان جہاں جان کے لالے پڑتے ہیں کوئی نہیں دیکھتا ہے اگر کسی غریب کا مکان بارشوں اور برفباری سے گر بھی جائے تو حکومت اسے تب تک کچھ امداد نہیں دے سکتی جب تک نہ اسے مکان کا انتخاب حاصل ہو۔ چنانچہ پٹواری اسے نصف رقم دینے پر انتخاب دیتا ہے ورنہ اگر آسامی ذرا ذہین ہو تو ملکیت کو خالصہ سرکار میں دکھا کر حکومت کو خوش کرتا ہے ایک پٹواری ایک کی کاشت دوسرے کے نام اور ایک کی ملکیت دوسرے کی رشوت سے بناتا ہے اور کوئی اسے پوچھتا نہیں ہے مگر ایک استاد اگر سکول ریکارڈ میں معمولی غلطی کرے تو اسے متعلقہ افسر موقع پر ہی نوکری سے برطرف کرتا ہے گویا سماج میں سزا صرف استاد کے لئے ہے جو کہ سماج کا کارآمد فرد سمجھے ہیں

ایکدفعہ حکومت کو یہ سوجھی کہ تمام ملازمین کو رشوت لینے کیخلاف حلف لیں گے جس میں سرفہرست اُستاد تھے۔ ہمارے حکمرانوں کا دماغ لذیذ غذائیں کھا کر خراب ہو جاتا ہے جو سزا پٹواری کو دینا تھی وہ اُستاد کو مل جاتا تھی، رشوت باقی محکمے کے ملازم لیتے تھے اور بدنام ماسٹر ہوتے تھے۔ یہ اُلٹی گنگا بہتی تھی۔

ملک کا ذہین طبقہ اُستاد ہیں جنہیں سوسائٹی تمام حقوق سے متنفی کرتی ہے۔ ہمارے ملک کا خدا حافظ ہے۔ خدا اگر یاد ہے تو ویران جھونپڑیوں میں رہنے والے کو۔ محل میں رہنے والے کو خدا کی کیا سوجھتی ہے اُسے زندگی کے عیش میسر ہیں۔ اُنہیں کیا معلوم کہ ایک بے خانماں، انسان اس نیلگوں آسمان کے نیچے کیا سہتا ہے وہ اولے برسات اور برف کے وقت کیا کرتا ہے شبنم تو نازک خیال آدمیوں کیلئے انمول موتی ہیں مگر جو غریب زمین پر سوتا ہے اُس کے لئے زہر ہے۔ غریب کی زندگی اُس کُتے کی مانند ہے جو بالوں کے بغیر ہے۔ جب دھوپ ہوتی ہے تو بیچارہ گرمی سے ہانپتا ہے اور جب سردی ہوتی ہے تو سارے جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ بھائی جوہر، مزے کی بات یہ ہے کہ گاؤں میں روڈ کی خاطر جو مکان سڑک کی زد میں آئے وہاں اُن مکانوں کو معاوضہ ملا جو خالصہ سرکار ہیں اور جو ملکیت ہیں اُنہیں پٹواری وقت نے خالصہ سرکار میں دکھا کر معاوضہ سے محروم کر دیا۔ جب فریادی حکومت تک پہنچے تو ڈپٹی کمشنر کہتا ہے کہ یہ انٹی گورنمنٹ کیس ہے اس کا کچھ علاج نہیں ہے۔ پٹواری وقت کا بیٹا اس غلطی پر ماسٹر بن گیا۔ گاؤں اور ملک کے ایسے لیڈروں کو جو غریبوں کے خون سے پلتے ہیں ایسے اقدامات کرنے پر مبارک ہو۔ خدا کرے وہ اسی طرح ظلم و جبر کے شکار ہوں جس طرح یہ چند غریب اور بے بس مکین بن گئے

کی ضلعے دار موقع واردات پر تحقیقات کی غرض سے آئے وہاں ایسی مُبینہ غلطی دیکھ کر اپنے ماتحت ملازمین کو ہدایت کرتے ہیں کہ ان مکان والوں کی فریاد نہیں سُننی چاہیئے۔ افسوس گاؤں کے لیڈر نے عدل و انصاف کی جگہ رشوت و بے ایمانی و حسد اور کینہ پروری کو دیدی۔ خدا ایسے فرعون کو اس زمین پر دوبارہ نازل نہ کرے خود تو انڈوں کے محل میں رہتا ہے اور چند غریبوں کو ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کر دیا۔ ؎

تم ذرا بیتابی دل ٹھہر جانے دے مجھے
اور اس بستی پہ چار آنسو گرانے دے مجھے

سنہ ۱۹۷۳ء میں گاؤں میں سیاسی بنیادوں پر مکانوں کے معاوضے لے اور ذاتی دشمنی کی بناء پر چند گھروں کو محروم کیا ہمارے گاؤں کا لیڈر اور اس کا بھائی اپنے اقتدار کے وقت میں گاؤں کو ماڈل ٹاؤن بنانے کے خواب گاؤں کے غریب بھائیوں کو گمراہ کرنے کیلئے دکھاتے تھے اور پھر اس گاؤں کو ایسا اُجاڑا جہاں ہیروشیما اور ناگاساکی کی بستی پہ گاؤں دیکھ کر یاد آتی ہے ان کے سوشلسٹ سوسائٹی کے نعرے کھوکھلے تھے بہ لیڈر کا بھائی اُس سالقہ چیرمین کہتا تھا کہ مکر شریف میں کشمیر کے لال دین نے مسجد بنا کر اپنا نام ہمیشہ زندہ رکھا اور ان دو بھائیوں نے اپنے گاؤں کو ویران کر کے اپنے نام کو چنگیز خان سے ملا دیا۔

باب ہشتم

شام کی پُرفضا ہوا چل رہی ہے۔ عائشہ اپنے بیٹے کو لوری دے رہی ہے اور اُسے سلانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ماں باپ کی ایک آرزو اولاد ہے بچے کے بغیر والدین بے بس معلوم ہوتے ہیں، خصوصاً لڑکے کی تمنا تو اُنہیں زیادہ ہوتی ہے۔ مگر لڑکوں کی نسبت لڑکیاں زیادہ وفادار اور ماں باپ کی غم خوار ہوتی ہیں۔ ایک وفا شعار لڑکی ماں باپ کی بڑی قیمتی سرمایہ ہیں جو لڑکے ماں باپ کے نافرمان ہوتے ہیں اُن سے ماں باپ کی عزت خاک میں ملجاتی ہے۔ بچوں کو ایسی تربیت ملنی چاہیے جس سے وہ خود دار بن جائیں اور اُنہیں اپنی ذات پر بھروسہ ہو وہ ایسی تعلیم پائیں جس سے وہ کُنبے کا ہاتھ بٹا سکیں نہ کر گھر والوں پر بوجھ بن سکیں اس وقت ٹیکنیکل ایجوکیشن کی دُنیا کو سخت ضرورت ہے۔ ہماری تعلیم ایسی پود تیار کرتی ہے جس کی بازار میں کوئی مانگ نہیں ہے۔ دُنیا والوں کو کام کرنے والے آدمیوں کی ضرورت ہے اور وہ صرف ٹیکنیکل ایجوکیشن سے ہی ممکن ہے۔ جوہر علی یہ سب باتیں عائشہ سے کہہ رہا تھا جبکہ عائشہ بچے کو سُلانے کے بعد چرخے پر بیٹھی تھی۔ اسی وقت کریم کہیں گھر آیا اور گفتگو میں حصہ لیا۔ کریم کا خیال ہے کہ چین آبادی کے لحاظ سے دُنیا کا پہلا ملک ہے لیکن چین نے ایسے ذرائع تلاش کیے جس سے ترقی کی راہیں کھُل گئیں۔ رُوس میں

ہمارے ملک کی طرح رنگا رنگ کھانے نہیں پکتے ہیں اور یہی بات چین کی بھی ہے وہ غذا جسم کو توانائی دینے کی خاطر کھاتے ہیں جس پر بہت کم لاگت آتی ہے اور جسم چاق و چوبند رہتا ہے وہاں پر خطرناک بیماریاں نہیں ہیں غذائے انسانی جسم کی نشوونما ہوتی ہے مگر یہاں کی غذا بڑا کیف اور قیمتی ہے۔

سادہ بننے میں کوئی لاگت نہیں لگتی ہے جتنا پیسہ سوٹ بوٹ اور قیمتی پوشاک پر خرچ کیا جائے اگر اس کو بچا یا جائے تو مصیبت میں کام آسکتا ہے۔

اسلام نے عزت کا مقام صرف خدا پرستی اور پرہیز گاری کو بخشا ہے اس میں گوناگوں نعمت کھانیوالے مسندوں اور صوفا سیٹوں پر بیٹھنے والے مخمل اور زربفت کے بستر پر سونیوالے اور وضعدار پوشاک پہننے والے کسی بھی حیثیت سے عزت مند نہیں ہاں اگر وہ پرہیزگار ہوں تو قابل تعظیم ہیں

چنانچہ اسی معیار پر حبشی غلام حضرت بلال کو حضرت عمرؓ سیدنا حضرت بلال رضؓ کہتے ہیں

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا والوں کو اپنی مقدس زندگی سے یہ سبق دیا کہ دنیا کی راحت وعیش کثرت اور شان و شوکت عارضی ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ خدا نے اس کا بول بالا زمینوں اور آسمانوں میں کیا مگر عاجزی اس قدر ہے کہ اس کے تہبند میں تین پیوند لگے تھے۔ خود فاقہ رہتے تھے اوروں کو کھلاتے تھے دنیا میں مظلوموں، غلاموں، بے کسوں، یتیموں، بیواؤں اور بے سہاروں کا مرتبہ بڑھایا ظالموں اور جابروں کا مقابلہ کرنا سکھایا۔ انسان کو انسانیت کے حقوق دلوائے حضرت عیسٰیؑ نے کہا کہ کھلے آسمان کے نیچے سونا وصاف پانی پینا اور جو کی روٹی کھانا

مرنے والے کیلئے کافی ہے۔ مگر دنیا کے امیروں نے غریبوں کی زندگی مصیبت بنادی غریب اپنی بیٹی کا رشتہ کسی اچھے لڑکے سے کیوں کر کرسکتا ہے اور دولت و دھاج دہیج کہاں سے لائے۔ وہ مرغن کھانا باراتوں کے لئے نہیں بناسکتا ہے اُس کے پاس یہ رشتہ خریدنے کے لئے ذرائع نہیں ہیں۔ وہ جھونپڑی میں رہتا ہے اس کی لڑکی حسین ہے جوان ہے تعلیم یافتہ ہے غریبی کے بناء پر آہیں لیتی ہے وہ اپنے دل کا خون کرتی ہے

تاریخ کے ورق اُلٹنے سے شادی کا اصل مفہوم سامنے آتا ہے کتنے ایسے شہزادے ہیں جو تخت و تاج کو چھوڑ کر کسی حسین عورت کے ہو جاتے ہیں۔ انہیں بکیر عزت بڑی ہے وہ عیش و عشرت کو ٹھکراتے ہیں۔ ایسے داستان پڑھ کر سماج کو آنسوؤں کی لڑیاں لگ جاتی ہیں اور آہیں اور سسکیاں لیتے ہیں مگر اپنے گھروں میں اس کا علاج نہیں کرتے ہیں کاش یہاں کا کوئی لیڈر اپنے گھروں میں مذہبی رسوم کے مطابق انسانیت کو بچانے کی خاطر شادیاں مناتے تو شاید یہ سماج سیکھ جاتی۔ مگر ہمارے لیڈر سماج سے بھی مفت دولت ظلم و ستم کی بنیاد مضبوط کرنے کے لئے شادیوں میں پانی کی طرح بہاتے ہیں اور جھوٹی شہرت حاصل کرتے ہیں اب رسم اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ لوگ قرض پر روپیہ لاکر زمین اور باغات کو بیچ کر شادیاں مناتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی حالت قابل رحم بن جاتی ہے مگر یہ اس سارے سماج کا قصور ہے جس میں ہم رہتے ہیں آج کل یہ باتیں تعلیم یافتہ ہی کرتے ہیں اخلاقی معیار لوگوں میں گر گیا ہے جب تک نہ لوگ اخلاقیات کی تعلیم پائیں تب تک ان میں یہ حس کہاں سے پیدا ہوگی۔

شادیوں پر اب جوا ریوں کی طرح اب مکان کو بھی بیچ دیئے اور خود کرائے کے مکان میں رہتے ہیں۔

جوہو :- یہ سماجی برائیاں کب تک ہونگی۔ یکایک جوہر کو اپنی زندگی کی تلخیاں یاد آتی ہیں اور اپنے دوست سے کہتا ہے کہ مجھے اپنی ذات پر رحم آتا ہے کیسے غم کلات سے دو چار ہوا۔ جنہوں نے میری پاک محبت کی زندگی کو بدنام کیا۔ گھر سے نکال دیا اور رندوں کا شکار بنا دیا میری ازدواجی زندگی گھریلو حالات کی وجہ سے کتنی تلخ بن گئی ہے کتنی بار قسمت کا رونا رویا کتنی بار اپنی زندگی سے بیزار ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اپنے پرائے سب مجھے تنگ کرنے لگے مگر اس سخت آزمائش میں بھی مجھے ایک آہنی ہاتھ نے پکڑا اور عائشہ نے کہا کہ اگر پہاڑ کہیں ہل جائے تو ممکن ہے مگر ہماری محبت ازلی اور دائمی ہے یہ عائشہ کی بھرپور حمایت ہے جس نے پہلے ہی دن تمام آزمائشیں برداشت کرینگی قسم کھائی تھی صبح اٹھ کر خالق کائنات سے صبر اور استقلال مانگتی تھی۔ اور مصحف پاک کو اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے ترکیا تھا اس نے مجھے پر توکل کیا اور اس کا پورا کرنے کے لئے اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے تو ثیق کر کے میری ڈھارس بندھائی۔ عائشہ اور راہ ہمدردی جوہر سے کہا کہ تم ہمیشہ کھوئے کھوئے سے کیوں رہتے ہو۔ کیا تم کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے کیا میں تمہاری نہیں ہوں۔ جوہر نے کہا عائشہ یہ بات نہیں ہے البتہ مجھے گھر سے نکال دینے کی سخت افسوس ہے کتنے ارمانوں سے میں نے اس گھر کو بنایا گھر کے ہر فرد سے پیار کیا مگر افسوس مجھے محبت کے بدلے نفرت ملی جو کہ میری بڑی ناکامی ہے میں نے اپنی بہنوں کو اپنے کندھوں پر پالا ہے جس کے عوض اس وقت وہ مجھ پر بھروسہ کے تیئیں مجھ سے سخت نفرت کرتے ہیں منہ پھیرتے ہیں۔

باپ تو میرے خلاف ایسی تدبیر افروختہ کیا کہ وہ کھلے بندوں مجھے بدنام کرنے لگا۔ جس دن ان کے گھر میں شادی ہوتی تھی۔ اُس دن مجھے زیادہ کوستے و بد دعائیں

دیتے تھے اپنے پرائے لوگوں سے سخت بدنام کرتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہمدردی اور محبت کے سب خشنے نیز سے لئے ان کے دلوں میں بجھ گئے تھے اب وہاں نفرت رہ گئی تھی۔ جو ہر وقت میرے خلاف اظہار ہوتی تھی۔ انہیں کسی شمشیر سے سخت مقابلہ تھا جو کہ آہنی پنجہ رکھتا تھا۔ دنیا میں کئی آدمی طبیعتاً امن پسند پیدا ہوتے ہیں شور و شر سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ امن اور آشتی سے زندہ رہنا چاہتے ہیں وہ مگر سماج کے ہاتھوں سخت دکھ اٹھاتے ہیں انہیں قدم قدم پر لڑائیاں لڑنی پڑتی ہیں۔ سماج انہیں بڑی سے بڑی ناکامی میں پھنساتا ہے یہ دنیا کی ریت ہے۔ دنیا کے شہید اعظم حضرت امام حسینؓ کیا تھے جو کچھ دنیا نے کیا اس پر آج دنیا ہی روتی ہے ایک آدمی دوسرے پر بے رحمی کا الزام دیتا ہے لیکن کاش دنیا حضرت امام حسینؓ کی معصومیت اور حقیقت پسندی پر غور کرتی تو یزید کا ہاتھ نہ تھامتی۔ اب تو کوسنے والے اپنی بدعہدی پر تمام دنیا میں مشہور ہیں کوئی ان پر بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ لیکن دنیا بڑی ظالم ہے یہ دنیا بڑی دیر کے بعد اصلیت تک پہنچتی ہے۔

غالبؔ آخر آپ اتنا جانتے ہوئے بھی کم حوصلہ بنتے ہیں مجھے یہاں ایک شعر برجستہ یاد آتا ہے ؎

جو طوفانوں میں پلتے جا رہے ہیں
وہی دنیا بدلتے جا رہے ہیں

غالب فرماتے ہیں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

جوھو:۔ اب میں یہ سب رنگ دیکھ کر آسانی سے کہہ سکتا ہوں کہ جس گھر میں بہو ازدواجی تعلقات گھر کے سب آدمیوں سے رکھ سکتی اُس گھر میں ساس اور سسر بہو سے خوش ہوتے ہیں اور اُس کی ناز برادری کرتے ہیں۔ آجکل کے گھناؤنے سماج میں بس یہی باتیں گھروں اور خاندانوں میں جھگڑے کی بنیاد بنتے ہیں۔

عائشہ:۔ یہ سماجی جرائم کس حد تک ناقابل برداشت ہیں آخر سسر نوباپ ہے اور خاوند کے بھائی اپنے بھائی ہیں یہ لعنت کون برداشت کرتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ اگر گاؤں کے بڑے آدمیوں کو کسی کی بہو پسند آئے تو وہ بھی اُس کے ساتھ واو عیش دیگا ورنہ وہ سارے گاؤں کو اُس گھر کا دشمن بنا دیگا۔

جوھو:۔ بس ہماری ساری تباہی ان ہی باتوں سے ہوئی ہے اور اُلٹا ہمیں ہی بدنام ہونا پڑا ہے۔ سماج میں بدچلن مرد اور عورتیں جھوٹی قسمیں کھا کر پاکباز مردوں اور عورتوں کو بدنام کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے قرآن میں دھتکارا آیا ہے ہماری سماج بدکردار مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں ناپاک ہوگیا ہے سوسائٹی کو چاہیئے کہ وہ پاک رہ کر سماج کو پاک بنائے تاکہ سماجی جرائم کی حد کم ہو سکے اور انسانی زندگی پاکیزہ سے پاکیزہ تر بن سکے۔ یہ مفہوم سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے تئیں جائزہ لینا چاہیئے جب ہم خود آلودگی سے پاک ہوں۔ تو ہم دوسروں کو پاک رہنے کا درس دے سکتے ہیں۔

عائشہ:۔ حقیقت میں مذہب کو دین کے ٹھیکیداروں نے سیدھے سادے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک حربہ بنایا ہے بس یہی ایک وجہ ہے جس سے بزرگوں اپنے اصغر کا طرفدار بن گیا ہے کیونکہ اصغر عورت کی عصمت کو زیادہ وقعت نہیں

دیتا ہے

جو ہر پیغمبر اور رسل معصوم ہے دُنیا میں کیسی بھی ولی پر اس گندگی کا الزام نہیں ہے مجھے یہاں پر ایک لرزہ واقعہ یاد آتا ہے جبکہ میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا شب قدر تھی میں اپنے بہنوں اور چاچی کے سامنے مصحف پاک کو گود میں لیئے ہوئے پڑھتا تھا۔ گھر کے سب افراد خدا کی عبادت میں محو تھے۔ میرے دل میں قرآن پاک پڑھتے ہوئے ایک دوست لڑکی کا خیال گذرا۔ ہم آپس میں اکٹھے بیٹھتے تھے بس کیا ہوا۔ میرے جسم میں اتنی سی بات پر کپکپی لگ گئی۔ میری بہن نے یہ دیکھ کر مجھے قرآن شریف بند کروایا اور مجھے صحن میں جانے کا خیال آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سیڑھیوں کے پہلے ڈنڈے پر کفن لٹکا آیا جب اس کو میری بہن ہاتھ لگاتی تھی تو کفن ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔ ایسا لگتا ہے گویا کل ہی یہ واقعہ گذرا ہے آخر یہ تو میرے ہی گناہوں کی سزا تھی۔ میری بے چینی یہ دیکھ کر بڑھتی گئی خدا کے بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کی مگر پھر بھی اس میں تین گھنٹے لگ گئے بھلا سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس شخص کو خدا کی بارگاہ میں ایسی پکڑ ہو وہ گناہ کے نام سے کانپتا ہے۔ دُنیا میں خدا کے دوست وہ ہیں جو نیکی کرتے ہیں اور نیکی پھیلاتے ہیں جو دوسروں کے دُکھ خود جھیلتے ہیں جو دوسروں کے تکلیفوں میں خود شریک ہوتے ہیں انہیں حکومت ملنے پر بھی کوئی حشمت دغرور، اور فخر نہیں ہوتا ہے البتہ ان میں حکومت ملنے سے عاجزی اور انکساری ہوتی ہے یہ اپنے کو لوگوں کا حاکم نہیں بلکہ خادم سمجھتے ہیں۔

پیغمبر السلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ غریبوں کی عزت کرد

اور خدا سے دعا کی ہے کہ انہیں بھی محشر میں عزیزوں کے زمرہ سے اُٹھائے عالیشہ حقیقت میں کائنات کا محور خدا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہاں انسان پر آزمائشیں ہوتی رہتی ہیں اولوالعزموں اور پیغمبروں کی بھی آزمائشیں ہوتی ہیں انسان کے قدم مصیبت میں ڈگمگا گئے تو ختم ہو جائیگا۔ یہاں مجھے علامہ اقبال کا ایک مقولہ یاد آتا ہے وہ کہتے ہیں موجوں سے لڑو بچتا لوں سے ٹکرا جا زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے بلکہ میدان جنگ ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ زندگی کو برداشت کرے ورنہ زندہ رہنا دوبھر معلوم ہو جائیگا ہماری زندگی اور موت حادثہ ہے جب اس کی حقیقت ہی حادثہ کے تحت ظہور میں آئی ہے تو زندگی میں حادثات کی کوئی وقعت نہیں ہے

گھر سے بہت دور جوہر اپنی ملازمت کرتا ہے اس پر بھی اپنی کمائی کا دھیلا باپ کو بھیجتا ہے مگر باپ کا کلیجہ اس کی تابعداری پر ٹھنڈا نہیں ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ جوہر کی کمائی میرا حق ہے وہ عائشہ سے بدظن تھا مگر جوہر کا بھی دشمن ہو گیا کتنے والدین ایسے ہیں جو بچوں کی غلطیوں کو درگذر کرتے ہیں ان کی غلطیوں پر چشم پوشی کرتے ہیں انہیں کوئی دکھ نہیں دیتے ہیں ان کی تعلیم و تربیت پر اپنی کمائی اور وقت صرف کرتے ہیں۔ مگر یہ بچے خوش قسمت والدین کے سایہ میں پلتے ہیں جو ان کی ترقی میں اپنی ترقی سمجھتے ہیں اگر والدین غریب ہوں تو وہ قرض پر تعلیم بچوں کو دیتے ہیں راجہ دشرتھ نے عورت کے کہنے پر رام چندر جی کو چودہ سال بن باس کیا سوتیلی مائیں بھیڑیے سے کم نہیں ہیں رام چندر جی کو جنگل میں گھاس پر گذارہ کرنا پڑا اور بہت دکھ جھیلنے پڑے۔

جوہر:۔ میں نے گھر سے بہت دور لغرت کے بجائے اور دل لوگوں میں خوشی

اور محبت پایا۔ سوتیلی ماں نے گھر کی ہوا کو زہر سے بھر دیا تھا لیکن گھر سے باہر حسد کے بجائے مروت تھی۔ ایک خاموش سکوت تھا والدین کے بجائے مروت شفقت اور احسان مندی کے جذبات دوسروں میں نہیں ہوتے ہیں۔ مگر جس کے والدین ہی دشمن بن جائیں اُسے پیار و محبت کہاں سے ملینگی ایک دفعہ ایک ماں و باپ نے اپنے بیٹے کو ایک بادشاہ کو قیمتاً بھیجا۔ بادشاہ بیمار تھا اور اُسے لڑکے کا خون درکار تھا جب لڑکے کو معلوم ہوا کہ ماں و باپ نے اُسے پیسے کے عوض بادشاہ کو دے دیا اور بادشاہ کو اس کا خون لینا ہے تو بڑی عاجزی سے خدا سے کہا کہ دنیا میں بڑا بھروسہ ماں و باپ پر ہوتا ہے اس کے بعد بادشاہ پر۔ مگر جب بادشاہ کو ہی میرے خون کی ضرورت ہے تو اے خدا تیرے بغیر میرا کوئی داد رس نہیں ہے یہ سن کر بادشاہ کو رحم آیا اور اس کو چھوڑ دیا کہا جاتا ہے کہ بادشاہ اُسی ہفتے صحت مند ہوا یہ حضرت سعدی نے ایسے اور بہت سے واقعات گلستان میں تحریر کئے ہیں۔

دُنیا میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جنہوں نے مجرموں کو سزا دینے کے بجائے محبت اور عفو کی ایک نگاہ سے بدل دیا یہ لوگ فرشتوں سے بھی بازی لے گذرے ہیں

غرض دنیا ہی دُنیا میں سب سے بڑا دیو ہے اندھے آدمی چور اور ایماندار کو کوئی فرق نہیں کرتے ہیں۔ شرابی اور نمازی کو یکساں صلہ دیتے ہیں، مسجد اور شراب خانے میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں۔ انسان غلطی کا مرتکب ہو تو اُسے اپنی غلطی کا احساس ضرور ہونا چاہیئے مگر جو اپنی غلطی کو نہ مانے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ظالم ہوگا۔ دُنیا کے جھگڑے جھوٹ اور خود غرضی سے

ہوتے ہیں جب لغزش کی دیوار حائل ہوتی ہے اور آنکھوں پر پردہ پڑتا ہے تو دوسروں کا حق چھننا اس پر چیرہ دست ہونا و نادانستوں کے دروازے کھٹکھٹانا انہیں لوگوں کا کام ہے۔ والدین کا مرتبہ بہت بلند ہے، وہ اپنے ہتھیار اپنے بیٹے کے سامنے نہیں ڈال سکتے ہیں مگر غلطی کو غلطی کہنا سچائی کا اعلان کرتا ہے

دنیا میں خودغرضی کے رشتے جلد ٹوٹ جاتے ہیں اگر باپ اپنے بیٹے کو پیسے کے عوض محبت کرے تو وہ محض لالچ ہے۔ کتنے ایسے والدین ہیں جو اپنے بچوں کو ترقی کے زینے پر چڑھاتے ہیں اُن کی ترقی سے خوش ہوتے ہیں اُن پر قربان ہوتے ہیں خود فاقے کرتے ہیں مگر اپنے اولاد پر اپنا خون نچھاور کرتے ہیں۔ قومیں اسی طرح بنتی ہیں۔

ابراہیم لنکن نے جن حالات میں تعلیم پائی ہے وہ بہت سبق آموز ہے پنڈت جواہر لال نہرو کو جس لاڈ و پیار سے تعلیم دی گئی تو وہ اسی کا حصہ ہے اُس نے اپنی تعلیم ختم کرنے کے بعد ملک کی آزادی میں جیل بھگتا۔ سختیاں جھیلیں اپنے عیش و عشرت کو ملک اور قوم کے خاطر قربان کیا۔ بڑی سے بڑی آزمائشوں اور دشواریوں سے گذرا۔ مگر قوم کی سانس پر آنچ نہ آنے دی۔ جو بچہ انتہائی عیش و عشرت میں پلا ہو وہ قوم کی خاطر جیل کی مصیبتوں کو جھیلتا ہے۔ راتوں کو اپنی نیند حرام کر کے بیدار رہتا ہے اپنی شخصیتوں سے ملک کو ظالم کے پنجے سے آزاد کیا اور ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا

عالیشہ:۔ ہمارا رشتہ خودغرضی سے پاک ہے اس میں فرائض اور نیک نیتی کو دخل ہے۔ عورت صرف محبت کی دیوی ہے اس لئے وہ مرد پر دلوانہ وار فدا ہوتی ہے میں نے اپنا سب کچھ تم پر لٹا دیا اپنے رشتے کو چھوڑ کر تمہیں عزیز دیا۔ اگر تم میرے

ساتھ دغا کرو تو تم پہ پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑیگا۔

جواب:۔ میاں و بیوی کی زندگی ایک مسلسل کڑی ہے جو ٹوٹنا بہت مشکل ہے میں نے زندگی میں صرف ایک ہی کے ساتھ پیار کیا اور وہ آپ ہیں اتنے میں جوہر کا دوست کریم ملنے آیا اور وہ میاں و بیوی کی باتیں سن کر اور گفتگو میں حصہ لیتا ہے عائشہ سے پوچھتا ہے کہ چند عورتیں اپنے خاوند کو دوسری عورتوں سے باتیں کرتے دیکھ کر جلتی ہیں عائشہ کہتی ہے کہ میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں۔ جو اپنے میاں کو دوسرے عورتوں سے باتیں کرتے دیکھ کر جل جائے۔ ہم نے ایکدوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے کئی عورتیں اپنے خاوند پر سخت نظر رکھتی ہیں تاکہ وہ غیر عورتوں سے رسم و راہ نہ بڑھائیں۔ سماج میں ویسے تو مرد کو عورت سے ہمیشہ واسطہ پڑتا ہے دنیا میں آج عورتیں جج و کلرک و پرائم منسٹر و ڈی سی [illegible] ہیں تو ان کے مرد کیا محسوس کرتے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کو اپنی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ بس اسی میں ملک و قوم کی ترقی کا راز ہے ایک عورت باسلیقہ و ہنرمند مدبر و عقلمند اور تعلیم یافتہ ہونی چاہیے جب ہی تو وہ اپنے بچوں کی تربیت میں پوری اُتر سکتی ہے اُسے بیہودہ باتوں میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے وہ اپنے گھر کا حساب و کتاب رکھنا خود جاننا چاہیئے۔ عورت کو آج مرد کے دوش بدوش کام کرنا ہے اُن کی زندگی بشاش بشاش اور اخلاقی طور طریقے پر ہونی لازمی ہے ان میں فرسودہ خیالات کی تقلید نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ رشد و ہدے کے ساتھ گھر کی ہستی منظم کرنے میں کارگن ثابت ہوں دونوں میاں و بیوی زندگی کی گاڑی کو اکٹھے کھینچنے چاہیے۔

ہوس مقصود کے سامنے مستقل ارادہ ہونا
ہے مفلسی و مجبوری ناامیدی

اور بزدلی انسان کے لئے زہر ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ساحل پر خیر و شر کی کشمکش دیکھنے کے بجائے موج سے ہم آغوش ہو۔ اُسے چاہیئے کہ وہ زندگی کا غواص ہو۔ زندگی ایک تماشا اور پر لطف کھیل ہے تار جیت اس کے دو پہلو ہیں انسان وہ ہیں جو مستقل مزاج ہو جو کچھ وہ کر کے دکھائے۔ جس شخص کی زبان اور دل ایک ہو وہی صاحب کردار ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

نہیں ساحل تیری قسمت میں اے موج
اُبھر کر جس طرح چاہے نکل جا

کیم :- دوست جو ہر گھر میں اجتماعی طور رہنا مل جل کر کام کرنا سماج کے لئے فائدہ مند ہے ایک طرف کام کا بوجھ ہلکا پڑتا ہے اور دوسری طرف گھر خوشحال رہتا ہے خوشی اور غمی میں ایک دوسرے کے شریک رہتے ہیں مگر دوسری طرف ہر شخص اپنی حکومت چلانا چاہتا ہے۔ گھر میں ہر شخص کا مزاج اور سمجھ الگ ہوتا ہے مشترکہ آمدنی پر خاندان برابر مالک ہوتا ہے اجتماعی گھر میں میاں، بیوی میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔ گھر کا خاندان بہو کو اپنی طرف کھینچتا ہے مجھے یہاں پر نریندر ناتھ شرما کے ناول کا اقتباس نئی صبح سے نقل کرنا پڑتا ہے وہ لکھتا ہے "میری نظروں میں جوانی سب سے بڑی حماقت ہے پھر ایک فن کار کی جوانی حماقتوں کا مجموعہ ہوتی ہے جس جوانی سے کوئی حماقت سرزد نہیں ہوتی ہے اُسے جوانی کہنا ہی قانون قدرت کا مذاق ہے۔ حقیقت میں حماقتیں ہی انسانی زندگی میں پختگی اور شعور میں نکھار پیدا کرتی ہے محبت جوانی کی سب سے بڑی

سر ورت کا نام ہے میری نظروں میں محبت کرنا کوئی جرم نہیں ہے بلکہ قانون قدرت کی پرستش ہے ۔ یہ وہ محبت نہیں ۔ جو آج کل فلمی تصویروں سے منسوب ہے یہ جیتی جاگتی اور زندہ جاوید محبت ہے جس کو انسان اپنی جوانی کا خون دیتا ہے ہوکر جذبات سے الگ تعلق ہے ۔ جہاں انسان کے روح کو تقویت ملتی ہے تو یہ شگفتے ہوئے جوانی کا بھرپور نظارہ ہے جن کی لگزشش کو غلطی کہنا بھی زبردست ظلم ہے بقول رشید احمد صدیقی صاحب ہم حسینوں کو اس لئے چھیڑتے ہیں ۔ ان کے گالیوں میں ہمیں مزہ آتا ہے ۔

جوھر: ۔ اگر مجھے عورتوں سے ہمدردی ہے مگر ان میں دغا بازی کے ساتھ مکاری اور کمزوری بھی ہے کئی عورتیں مردوں کو جانور بنا دیتی ہے انہیں اپنی چالاکی پر فخر ہے کبھی کبھی اپنے خاوند کو دوسری کا ہدف ملامت بنا دیتی ہے عورت دوسرے معنوں میں ایک حسین اور دل کش فریب ہے دنیا میں ایک آسائش کے ساتھ کتنی دشواریاں برداشت کرنی پڑتی تھیں خانگی زندگی وہی شروع ہوتی ہے جہاں عورت قدم رکھتی ہے اس زندگی میں بے شمار الجھنیں ہیں ۔ یہاں انسان کو سنبھل کر چلنا چاہیئے ۔ عورت کی سب سے بڑی خواہش اولاد ہے معلوم نہیں یہ کیا راز ہے جس عورت میں تعلیم ہنر نہ ہو تو وہ مرد کے لئے پریشانی کی ایک کل ہے جس زندگی میں راحت اور آسائش نہ ہو وہ زندگی نہیں ۔ بلکہ لعنت ہے اس میں عورت کا حصہ بھی ہے اور اسے زندگی کو خوش گوار بنانے چاہیئے ۔

عائشہ کہیں سے گھر میں وارد ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ کئی مرد اپنی عورتوں پر افسوس کرتے ہیں جبکہ کئی عورتیں توہم پرست ہیں کبھی کسی بچے کو درد ہوتا ہے تو والدین جھاڑ پھونک کا علاج کرتے ہیں انہیں علاج معالجہ پر بھروسہ نہیں ہے تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے ہیں ۔

بابِ نہم

عائشہ اور جوہر علی بیٹھے اپنے زندگی کے دکھ سکھ کو یاد کرتے ہیں جوہر اپنی بیوی عائشہ سے کہتا ہے کہ میرے سسرال والے میرے سوتیلے بھائیوں کے باتوں میں آگئے اور مجھے ہمدردی کرنے کے بجائے اُلٹا ملزم ٹھہراتے ہیں رگزان کی سازشیں کرنا میرے خلاف ہمدردی دوسروں کے پیر پکڑنا دوسروں سے منتیں لینا اور رونا خوب جانتا ہے یہی وجہ ہے کہ رگزان کی بہن کی عزت داؤ پر لگا کر مجھ کو تنگ کرنے میں کامیاب ہوا چند ایسے بھی لڑکیوں کے والدین ہیں جو خواہ مخواہ داماد سے جھگڑتے ہیں تاکہ وہ تنگ آکر ان کی لڑکی کو چھوڑ دے اور ماں و باپ لڑکی کی دوسری شادی کسی زیادہ بولی دینے والے کے ساتھ رچائیں۔ ایسی معاشرت یہاں کے اکثر گھروں میں ہے جس پر انسانیت کو عار ہے مجھے ہمیشہ شام کو باپ لکچر دیتا تھا کہ عورت کا بندہ نہ ہو بلکہ بھائیوں کا بندہ ہو۔ عورتیں غلام اور نوکر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہیں جبلی کی ٹسنتی ہیں اور چیٹ ہوتی ہیں کریم کہیں سے چپکے سے آکر دخل دیتا ہے اور جوہر سے پوچھتا ہے کہ تمہارا

باپ تمہیں کیسے دشمن ہوا۔

جوھو!۔ ایک سیدھی بات ہے کہ جب باپ دوسری عورت کرتا ہے۔ تو وہ پہلی عورت کے بچوں کو بھول جاتا ہے کیوں کہ اُسے اپنے نرینہ اولاد کی فکر اپنی نئی نویلی دلہن کی خاطر لگی رہتی ہے انہیں کی تربیت عورت کے خاطر مقصود ہوتی ہے میں جب بھی سکول سے گھر آتا تو سوتیلی ماں مجھ پر برس پڑتی۔ وہ مجھے کو علم پڑھتے دیکھ کر جل جاتی تھی۔ جو بھی میرا دوست ہوتا تھا اس کو حسد کرتی تھی۔ میرے رشتہ داروں اور دوستوں کو اپنی طرف دھر لیا کرتی۔

کریم:۔ دُنیا کس قدر عجیب ہے رنگین اور بے رنگ بھی نا دل لگا ر اس دُنیا کو پہلے ہی پا چکا ہے جو ہر اپنے باپ سے جس قدر محبت کرتا ہے شاید ہی کسی اور کو باپ اتنا عزیز ہو۔ گھر سے دور باپ کے بغیر راتوں کو نہیں سوتا تھا اور باپ کی محبت میں پاگل ہو گیا تھا۔

اب جبکہ خانگی بدمزگی بڑھتی گئی پھر بھی باپ کے لئے محبت کے کچھ خلنے آباد ہیں وہ مجھے کوستا لیکن میں اُس کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ غیر کب اکریں عورت کی باتوں میں آکر اپنی اولاد کو کھویا اور دنیا والوں میں باتیں رہ گئی۔

کریم:۔ میں تمہارے سوتیلے بھائی رگزن کو دیکھا وہ تمہارا جانی دشمن ہے اور تمہارے خلاف لوگوں کے کانوں میں زہر اگلتا ہے۔

جوھو!۔ میرا سوتیلا بھائی نہیں ہے ہماری مائیں علحدہ ہیں اور باپ ایک ہے مگر اُس کے رویہ نے یہ بتلا دیا کہ وہ پورا سوتیلا بھائی ہے ہائے کس چاؤ سے اس ناگن کو پالا اور بڑھایا اب تو میرے خون کا وہ پیاسا ہے میں نے جتنی کوشش

باپ سے مصالحت کی کوشش وہ رگزن نے بیکار بنا دی۔ رگزن کا دل کالا ہے وہ کبھی اچھائی نہیں سوچتا ہے ایکدن رگزن مجبور ہوا کہ وہ مجھ سے صلح کرے اُس نے میرے ایک دوست کو بہکایا اور اپنا طرفدار بنایا اب یہ دونوں میرے پاس آئے اور کہا کہ ہم ایکدوسرے کے دشمن ہو جانے کے بجائے دوست بن جائیں میں نے کہا اس کے لئے حلف اُٹھانے کی ضرورت ہے اور اُس نے اپنے دوست کو ساتھ لیا اور حلف اُٹھانے کے شرائط پورا کر کے تیاری کرنے لگے

غسل کیا اور قرآن پاک کو ہاتھوں میں اُٹھا کر خدا کو گواہ بنا دیا کہ ہم دونوں ہمیں دھوکا نہ دیں گے یہ دوسرا آدمی کریم تھا جو کہ جوہر اور رگزن دونوں کا دوست تھا چند دن گذر گئے دونوں نے میرے خلاف ایسی سازش کی کہ خدا کی پناہ۔ تب سے دُنیا کے وعدوں پر مجھے یقین نہیں آتا ہے مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں مسجد کے پہلے صفے میں بیٹھتے ہیں۔ دینداری کے جاموں میں لوگوں کو لوٹتے ہیں رگزن نے ہمیشہ یہ کوشش رکھی کہ میرا پاؤں باپ کے صحن میں نہ پڑے چنانچہ اپنی ماں سے باپ کو زمین یا کھیتی کا بیع اپنے نام پر کرایا اور مجھے ہر طرح سے اور ہر قسم کے وراثت سے محروم کیا اتنا ہی نہیں بلکہ ایک بھاری رقم قرض کی میرے نام پر رکھی جس کو میں نے اپنا پیٹ کاٹ کر دس سال تک کے عرصہ تک ادا کر دیا۔

رگزن لڑکا بد معاش اور کینہ آدمی ہے وہ اس طرح معمولی بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے کہ سننے والا اُس کے لئے کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور ہوتا ہے رگزن زبان دراز ہے معاملات کو توڑ مروڑ کر لاتا ہے اسی ایک بات کی دیکھیے

رگزن نے میرے دوستوں کو بہکایا۔ میری خواہش تھی کہ رگزن خوب مٹا کٹا ہے پولیس
آفیسر ہوتا تو اچھا ہوتا مگر خدا جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے اگر رگزن پولیس میں بھرتی ہوتا تو نہ
جانے میری بیوی میری ہوتی یا نہیں۔

کریم :- خیر بھائی یہ تو حضرت یوسف کے بھائی سمجھو۔ دنیا میں سوتیلے بھائیوں
کی ہمدردیاں زبان زد خلائق ہیں قسمت کا لکھا سامنے آتا ہے

جوہر :- مجھے بچپن سے لیکر آج تک خوشی سے زیادہ غم ملے۔ میرا بچپن
قدرتی خوف سے لبریز تھا۔ سکولوں میں اُن دنوں اُستاد لڑکوں کو سخت
مارتے تھے اور میں دل ہی دل میں دعا کرتا تھا کہ میں اُستاد کی مار پیٹ سے بچ جاؤں
یہ خوف بھی مجھے کھائے جاتا تھا۔

ایک دفعہ ایک اُستاد نے میرا بازو اس لئے توڑا کیوں کہ میں نے ہوم ورک
ٹھیک نہیں رکھا تھا۔ اور لڑکوں نے شرارت کے طور پر اُستاد سے کہا کہ آج
اسی کی باری ہے ایسی سزا سے میرا روح کانپ جاتا ہے ایک موقعہ ایسا بھی آیا
میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ لڑکے جماعت میں شور کرتے تھے میں خاموش تھا کیوں
کہ میری نظر میں شرارت پسند نہ تھا۔ ایک اُستاد اندر آیا اور مجھے آٹھ آنے ڈبل فائن
کیا میں انتہائی غربت میں تعلیم پاتا تھا میرے باپ کو کم از کم بیس آدمیوں کا پیٹ پالنا تھا
دوسری طرف مجھے اور کسی جگہ سے مروت کی اُمید نہیں تھی بہت کچھ پاپڑ بیلنے کے
بعد میں نے وہ آٹھ آنے ادا کئے۔ اُن دنوں کی تعلیمی سسٹم جابرانہ تھا۔ لڑکوں پہ
کوئی رحم نہیں کیا جاتا تھا آج کل کے عدالتوں کے طرح جرم ایک کرتا تھا اور سزا دوسرے
کو دی جاتی تھی۔

ایک دفعہ ہمیں جماعت میں مجھے باؤنڈ کاپی نہ ہونے پر مجھے سخت بے عزتی استاد نے کی۔ غرض وہ استاد پولیس والوں سے ذرا ہی بہتر تھے۔ بات بات پر پیٹے کو توڑ کتے تھے سخت سے سخت سزائیں معمولی غلطی پر دیجاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ پرانے زمانے میں لوگ تعلیم پڑھنے سے کتراتے تھے آج کل کے استاد بافر، ذہین درمم دل اور لڑکوں پر بڑے شفیق ہیں۔ ان دنوں غریبوں لڑکوں کی مدد استاد اپنے جیب سے کرتے ہیں

عمائشہ: یہ سن سکتی ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کیلئے جن مشکلات سے گذرنا پڑتا ہے وہ بہت دشوار ہے مگر آئندہ زندگی تعلیم کی برکت سے بڑی اچھی گذر گئے انسان جب اکیلا ہو تو کوئی کتاب گھر بیٹھے پڑھ کر وہ اپنی زندگی کو اچھی طرح بسر کر سکتا ہے یہ بات خصوصاً عورتوں کے لئے زیادہ اہم ہے وہ گھر بیٹھے کتابیں پڑھ کر وقت صرف کریگی۔ ناخواندگی کی وجہ سے عورتیں اپنے مردوں سے الجھتی ہیں جس سے گھر میں امن وامان کے بجائے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اور ان کی ساری زندگی بے مزہ بن جاتی ہے

جوہر علی/ عمائشہ ہمارے ملک میں تعلیم نسواں کا خاص فقدان ہے اس کمی کو دور کرنے کیلئے والدین کو لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مساوی تعلیم و تربیت کا لحاظ رکھنا چاہیئے ہمارا ملک تب ترقی کرسکتا ہے جب سماجی بدعت اور خانگی بدمزگی ہمیشہ کے لئے ختم ہو سکتے ہیں۔ تعلیم سے انسان دوسروں کے دکھ سکھ کو اپنے ہیں محسوس کرتا ہے اور سماجی حصہ اہم کی نیخ کنی کے لئے کوشاں رہتا ہے

ایک دفعہ مجھے ایک ایسی عورت سے واسطہ پڑا جس نے کھلے بندوں اپنے

سے اجنبی زندگی بسر کرنے کا اقرار کیا کیوں کہ اس کا خاوند ان پڑھ اور جاہل تھا
سماج کی فلاح وبہبود صرف تعلیم سے ہی ممکن ہے ورنہ دنیا میں سماجی جرائم کی مکمل استحصال
ناممکن ہے لہذا ہر فرد پر یہ فرض واجب ہوتا ہے کہ وہ موجودہ تعلیم سے آراستہ اور اپنی زندگی
اور مستقبل کو تابناک بنائے۔ تب ہم ایک خوشحال ملک تعمیر کرا سکتے ہیں تعلیم سے دونوں
مرد اور عورت آراستہ ہو کر بلند کردار کا ثبوت دیں گے سچی آزادی اور صحیح جمہوریت
کی ضمانت صرف تعلیم سے ہی ہوسکتی ہے دنیا کو ثابت ہوا کہ عورت مرد کا ہم پلہ ہے
چاہیئے وہ میدان جنگ ہو حکمرانی اور سیاست کا میدان ہو انہیں کسی بھی جگہ کمتر
نہیں پائیں گے۔ فلسطین میں تحریک آزادی میں جو رول لیلا خالد نے کیا اس پر عورتوں
کو فخر ہے جہانبانی میں بھی عورتیں مردوں سے زیادہ شاطر ہیں۔ سماج کو جو مروت
واحسان عورت کا ہے وہ بہت گراں ہے مرد اگر گھر سے باہر کماتا ہے مگر عورت گھر بھر
کی نگرانی کرتی ہے۔ دھیلے دھیلے کا حساب رکھتی ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں یہ کام
عورت جیسی خوش اسلوبی سے کرتی ہے اس پر سماج کو ناز ہے لیکن ان کاموں کو زیادہ
لچک تعلیم سے ہوسکتی ہے۔ تعلیم ایک "ایسا زیور ہے" جو خرچ کرنے سے بڑھتا ہے تمام
دنیا تعلیم کی افادیت کو سمجھ کر اسے مقبول عام کرنا چاہتے تو تعلیم سے شعور میں پختگی آتی ہے
خیالات میں بلندی اور استحکام ہوتا ہے

یہی ذکر نسواں چھپانے کے قابل
یہ قصہ ترے سنانے کے قابل

۱۔ مہاتما گاندھی ریلوے مسافروں کی تکالیف اور دشواریوں کا اندازہ کرنے کے لیے
تیسرے درجہ میں سفر کرتے تھے۔

۲۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بہت سی انجمنیں قائم ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ بے زبان جانوروں کیساتھ سنگدلی کے برتاؤ کو روکا جائے۔

ہندوستان میں فرد واحد ایسا نہیں ہے جو ان بدنصیب عورتوں کا ذکر کرے جو جہالت میں پڑی ہوئی ہیں اور تعلیم سے نابلد ہے۔ ہندوستان میں کوئی بھی لیڈر ایسا نہیں ہے جنہوں نے اس صنف نازک کی ابد کی مصیبتوں کو ہلکا کرنے کیلئے کچھ نہیں کیا

خدا جانتا ہے میرے دردوں کو
نہیں ہے زبان پر یہ لانیکے قابل

پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا علم سیکھنا ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اسلام کے بغیر کسی مذہب نے تعلیم فرض قرار نہیں دی ہے دنیا کے کسی مذہب میں جاہل عورت کی گنجائش کے لئے بھی نہیں مل سکتی ہے لیکن عجیب یہ ہے کہ مذہب اسلام نے عورتوں کو پڑھانے کا حکم دیا ہے تو مسلمانوں ہی کی عورتیں دنیا میں جاہل مطلق مشہور ہے یقیناً عورتیں تعلیم پا کر قوم کی قوت کا باعث ہوتی ہیں گھر کی پیچیدگیاں خود ہی سلجھا لیتی ہیں مردوں کو صحیح اور نیک مشورہ دیتی ہیں خاوند کی آمدنی اگر کم ہوتی ہے تو سوزن کاری سے اس کی مدد کرتی ہیں اگر بچوں کے پرائیویٹ ماسٹروں کے لئے فیس نہیں دے سکتی ہیں تو گھر پر بچوں کو خود پڑھا دیتی ہیں۔ اسکول کا سبق یاد کرا لیتی ہیں تعلیم کے سبب غریب آدمی کا گھر بھی جنت معلوم ہوتا ہے۔ آنحضور صلعم نے بھی بی بی عائشہ صدیقہ رضہ کو نو سال تک خود تعلیم دی

جہالت سے نقصانات:۔ جب کسی عورت کا بچہ بیمار ہوتا ہے تو پیٹ کے درد سے چیختا ہے تو بجائے دوا کے اس کو ماں دودھ پلاتی ہے اور چپ کراتی ہے

لیکن نتیجہ اس کے برعکس ہوتا ہے مسہل دینے کے بجائے گنڈے تعویز سے علاج کرتی ہے
بچہ تڑپ کر مر جاتا ہے اور گھر بے نور بن جاتا ہے اگر پڑھی ہوتی تو حکیم اجمل خان کی کتاب
کھول کر اس کا علاج کر دیتی۔

کسی بساطی کو روپیہ دیکر سودا خریدتی ہے بساطی منہ مانگی قیمت لیتا ہے کیوں کہ
عورت کو روپیہ کا حساب نہیں آتا ہے بنگال میں اس لڑکی کی شادی مشکل سے ہوتی
ہے جس کو تعلیم نسواں نہ ہو۔

تعلیم یافتہ عورت بیوہ ہو جانے کے بعد خیرات نہیں کھائیگی بلکہ عزت کا پیشہ اختیار
کریگی۔ جاہل بیوہ باپ کے اوپر بوجھ ہے بعض عورتیں تعلیم پاکر حد سے باہر ہو گئیں
اس میں تعلیم کا قصور نہیں ہے نقص صرف محض نادانی ناتجربہ کاری کا ہے فاحشہ عورتوں
کو سدھارنے کی خاطر تعلیم دینا ایسا ہے جیسا کسی کمینے آدمی سے حاجت طلب
کرنا ہے۔ علم ایک تلوار کے مانند ہے چاہے دشمن کا سر کاٹ جائے چاہے اپنا سر کاٹے
اب وقت آتا ہے کہ جب تعلیم یافتہ نوجوان جاہل لڑکیوں سے بائیکاٹ کرتے ہیں
اور جاہلوں سے شادی کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ محتاج آدمیوں
سے نفرت کی جاتی ہے یورپین لیڈیاں اچھے کتوں کا بوسہ لیتی ہے میز پر ساتھ کھلاتی
ہیں سلاتی ہیں لیکن محتاج مسکین شوہر سے بات کرنا گوارا نہیں کرتی ہیں
کیوں کہ ان کے پاس عیش و عشرت کے سامان نہیں ہیں محتاج آدمی کتے سے
بھی ذلیل ہو گیا ہے

جہالت نے ہمارے قوم میں وہ گل کھلائے جس سے ہمارا ملک خراب ہو گیا
ورنہ اگر عورتوں میں بھی تعلیمی قابلیت ہوتی تو ہمارا سماج بہت دکھوں سے پاک ہوتا

عائشہ صبح سویرے اُٹھ کر نماز ادا کرتی ہے جوہر بھی وظیفے میں مشغول ہوتا ہے
فارغ ہونے کے بعد جوہر کو اپنی زندگیاں تلخیاں کی یاد آتی ہیں وہ عائشہ سے کہتا ہے
کہ دنیا نے مجھے بہتر سمجھا ہے اور گیند کی طرح کھیلا ہے میری عقل و دانش کا مذاق اُڑایا
ہے مجھے ایسے گھر میں جنم دیا جہاں شرم کو بے شرمی اور حیا کو حماقت کہتے ہیں
جس سے وفا کیا اُس سے زخم کھایا - خوبی کے بدلے بدی ملی - انسان کی ذات پر اب
بھروسہ نہیں رہا ہے یہ حیوان ہی ہیں جو ذرا سی احسان پر آدمی سے لپٹ جاتے ہیں
آدمی رذالت و کمینگی اور خود غرضی کا مرکب ہے اور میری نوبت اس پر آئی ہے کہ

ڈرتا ہوں آئینے سے مردم گزیدہ ہوں۔

سچی خانگی آزادی انسانی روح کو تقویت دیتی ہے اس آزادی میں انسانی ہستی کا
راز مضمر ہے۔ یہ آزادی ایسے کنبے میں گم ہے جہاں سوتیلی ماں ہو۔ ایک کتاب
کی شیرازہ بندی جس جگہ بربادی کا ہے اُس سے بڑھ کر متضاد عیال میں گذربسر
مشکل ہے تعلقاتی ماں ایک ناگن ہے جو کہ محبت کو حسد میں بدل دیتی ہے اپنے
پرایوں سے دشمن بناتی ہے باپ کو بیگانہ بنانا اس کو خوب آتا ہے عائشہ نے کہا جوہر
آپ کے دکھڑے کو سن کر میں آپ کو ماں کا پیار اور باپ کا سایہ دوں گی انسانیت
یہی ہے کہ مظلوم کو محبت کیا جائے سچ ہے آپ ٹھکرائے ہوئے آدمی ہیں اور پیار
و محبت کے مستحق ہیں جب جوہر نے اپنی ساری داستان سنائی تو جوہر پر غشی
طاری ہوئی عائشہ نے جوہر کے اوپر اپنے آپ کو ڈالا اور اس کے آنکھوں سے
گرم گرم آنسو ٹپکنے لگے اور اپنی قسمت پر کوسنے لگے چند قطرے آنسوؤں کے جوہر
پر پڑے اور اس نے آنکھیں کھولیں اور بڑبڑاتے ہوئے کہا کہ اس دنیا نے مجھے

خوشی کے بدلے غم دیا میں نے اپنا آستانہ کھویا اور اب کھلے آسمان کے نیچے پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ مجھے اب آسمان کے ستم برداشت کرنے ہیں مجھے اب اولے ورسات و برف اور طوفان سے نہیں ڈرنا ہے آسمان اب مجھے کیا چھین سکتا ہے جو شخص عشرت مارا ہو اُس میں کیا باقی رکھا ہے میں نے اب چھین انتہائی عزت میں بسر کیا میری زندگی میں سخت اور تند سیلاب آئے اور گذر گئے حسد اور ظلم کو مہنا میری طبیعت بن گئی ہے میں اب صرف کھنڈر باقی ہوں۔ مجھے لوگوں کی خوشیوں میں غم ہی نظر آتے ہیں میری زندگی کا دوست صرف کتاب ہے جس نے میرے عزائم میں پختگی بخشی۔ میں وہ بدقسمت ہوں جس کو ماں کا پیار نہ ملا کتنے ایسے لوگ دنیا میں ہیں جو غم سے قطعی ناآشنا ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو زندگی کے حسین سے حسین لمحات کو مکمل طور پر آرام و آسائش سے گذارتے ہیں۔ انہیں اپنے مستقبل کی خاص تڑپ ہوتی ہے۔ واہ غریب کی زندگی کس قدر سستی ہے کھائے تو کہاں سے لائے سوئے تو پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ سچ پوچھئے غریبوں کی زندگی ایک دائمی عذاب سے کم نہیں ہے اس زمرے میں اندھے و بیکاری، لولے، لنگڑے اور مریض بھی شامل ہیں جو بیچارے اپنی زندگی کو بڑی سختی سے بسر کرتے ہیں گویا زندگی ان پر ایک بوجھ ہے۔

زندگی میں ثابت قدم اور مشکلات پر صبر کرنا کامیابی کا راز ہے جب آدمی سب طرف سے نراشس ہوتا ہے خدائے قدوس کے سامنے جھک جاتا ہے اور خدا کی بندگی میں لذت پاتا ہے مگر ایسے بھی بندے ہیں جو بھول کر خدا کے حضور میں سجدہ نہیں کرتے ہیں اور انہیں زندگی میں ایسی آرام و آرائش میسر ہیں جو مسرتوں سے لبریز

ہیں۔ جوانی میں انسان خواہشات، اُمنگیں جذبات و دلی واردات اور کیفیات حقیقت
پر مبنی ہیں کبھی انسان کے اپنے خیالات بالاتر اور مافوق ہوتے ہیں۔ دُنیا میں وہی لوگ بہتر ہیں جو
دوسروں کے جذبات کی قدر کریں۔ اُن کو انگشت نما بنانے کے بجائے اُن سے ہمدردی
کریں اُن کے ساتھ وہ سلوک کریں جو رحم اور عفو کا رشتہ ہے۔ والدین سے بڑھ کر اس دنیا
میں معبود گزیدہ کی کوئی مجسم صورت نہیں ہے مگر جو شخص والدین کی محبت سے محروم ہو اُس
سے بڑھ کر دنیا میں بدنصیب کون ہوگا۔ سوتیلی ماں جو زہر سوتیلے بیٹے کو دیتی ہے وہ ایکدن
رنگ لاتا ہے اور بُری طرح خاندان میں سرایت کر جاتا ہے سوتیلی ماں کے ہوتے ہوئے کوئی رشتہ
باقی نہیں رہتا ہے جب ظلم حد سے گزر جاتا ہے تو انصاف کا دروازہ کھل جاتا ہے ظلم دنیا
میں ہمیشہ نہیں رہتا ہے اگر ظالم پر ہمیشہ لعنت ہوتی ہے انسان کو زندگی میں آنکھ لگنے ہی
غنودگی رہتا ہے انسان غفلت سے مست ہو کر مستقبل سے بے خبر ہو جاتا
ہے اور یہ کہنا یہ دنیا صرف گوتم کے نظر دل میں ہی دُکھوں کا گھر ہے یا سارے جہاں کے
نظروں میں غم کدہ ہے جہاں انسانیت کے جاموں میں حیوانیت ہے ذرا سا اقتدار انسان
کے مزاج کو بگاڑ دیتا ہے انسان کے افعال اس کے ماتحت نہیں ہوتے ہیں وہ غرور کے
نشے میں چور ہوتا ہے عائشہ اپنے خاوند جوہر علی سے کہتی ہے کہ یہ بات سب ہی آدمیوں
کی نہیں ہے کچھ ایسے بھی آدمی ہیں جنہیں حکومت سے ملتے ہی مروت و اخلاص و خدمت
خلق کا جذبہ بیکار کرنا ہوتا ہے حضرت فاروق اعظم خلیفہ ہوتے ہوئے رات کو ملک کا
پہرہ دیتا۔ صبح فریادیوں کی فریاد سنتے۔ ایک دفعہ جبلہ بن ایہم جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا اور بادشاہ
تھا خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا اتفاق سے ایک غریب آدمی سے اُس کا تہبند کھل گیا
جبلہ کو غصہ آیا اُس نے غریب آدمی پر ایک چپت رسید کی غریب آدمی حضرت عمرؓ

کے پاس فریاد لیکر گیا جبلہ سزاوار پایا گیا جس پر حضرت عمرؓ نے اُسے غریب کی
معافی مانگنے کا حکم دیا جبلہ نے بادشاہی کے غرور میں معافی نہیں مانگی اور دو دن کی
مہلت حضرت سے مانگی۔ جبلہ اپنے شہر واپس جا کر دوبارہ عیسائی ہوا اور اس ہتک
کو برداشت نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بغیر کسی دنیاوی مصلحت کے خدا کے
قانون کے مطابق عدل کا فیصلہ کیا اور جبلہ کی بادشاہی کا کوئی خیال نہ کیا۔ تاریخ حضرت
عمرؓ کے عدل وانصاف پر فخر کرتی ہے بڑے بڑے کروفر اور شان والے جابر عمرؓ کے
نام سنتے ہی کانپ جاتے تھے ایکدفعہ ایک بادشاہ نے سو سرخ اونٹ اُس شخص
کیلئے انعام مقرر کئے جو حضرت عمرؓ کا سر کاٹ کر لائے۔ کیونکہ بادشاہ کے ذہن میں حضرت
عمرؓ نے بادشاہی میں اپنا نام کمایا اور عدل وانصاف کا لوہا منوالیا ایک شخص نکلا
اور مدینہ میں حضرت عمرؓ کو تلاش کیا۔ دور صحرا میں اُسے ریت پر سویا ہوا پایا۔ اُس
شخص نے کہا کہ یہ وہی بادشاہ ہے جس کے نام سے شہنشاہ کانپتے ہیں اور
وہ اس قدر سادہ اور بےخوف ہے جو تن تنہا اونٹ کا تازیانہ سرہانے رکھ کر تپتی
ریت پر سوتا ہے جس کو کوئی محافظ یا فوجی دستہ ساتھ نہیں ہے حقیقت یہ
ہے کہ بادشاہ کو رعایا یا فوج کے بجائے اُس کا عدل وانصاف ایسے محافظ
ہے حضرت عمرؓ نے جس طرح بیت المقدس کو فتح کیا وہ تاریخ میں یکتا مثال
ہے۔ گھر سے ایک ہی سواری لی۔ نوکر سے کہا کہ اونٹ پر باری باری سوار
ہوں گے نوکر از روئے ادب نا مانا لیکن فاروق اعظمؓ کے حکم سے سرتابی نہ
کر سکا کہا کہ یہ عدل کا تقاضا ہے چنانچہ جب حضرت عمرؓ کے بیت المقدس
میں داخل ہوئے تو نوکر اونٹ پر سوار تھا اور بادشاہ اونٹ کی مہار پکڑے

ہوئے تھے راہبوں نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ بیت المقدس کی چابیاں یہی آدمی رکھ سکتا ہے اور چابیاں حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیں آج کل کی جمہوریت یعنی جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹ کر عدل و انصاف کو بدنام کرتے ہیں اس وقت اصلی جمہوریت انگلینڈ میں ہے جہاں [illegible] اور عام آدمی میں کوئی فرق نہیں ہے خدا کا نظام بندوں کے لئے ایک مکمل نظام ہے عورتوں میں بھی عدل و انصاف کرنے کی قرآن میں تاکید ہے اگر والدین بچے کی شادی پر خوش ہوتی ہیں اس پر ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں سب ہی لوگ شادی پر خوش ہوتے ہیں اور خوشی کے جام مانڈھلتے ہیں پھر بھی شادی ذرا سی ناسمجھی سے رنج و غم کا باعث بنتی ہے قدیم زمانے میں بچپن کی شادیاں ہوتی تھیں جس میں مرد یا عورت بڑے ہو کر شادی سے انکار کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ شادی کے بعد دلہن ساس کی نظروں میں کھٹکتی ہے اس کو بات بات پر تنگ کرتی ہے اس کو ہر طرح ستاتی ہے اُس کے جذبات سے کھیلتی ہے اُس کے نوالوں کا وزن کرتی ہے اُس کی ہر ادا کو ٹٹولتی ہے اُسے تہمت لگاتی ہے اُس کے منہ پر تھوکتی ہے اُسے روٹی کے بجائے پتھر دیتی ہے قسم قسم کے اذیتوں سے اس کی زندگی خراب کرتی ہے کولہو کی بیل کی طرح صبح سویرے اُٹھ کر شالی کوٹنا و گوبر اُٹھانا گھر بھر کی صفائی کرنا و برتن مانجنا، کپڑے دھونا، ساس و سسر کی ناز برداری کرنا، گھاس لانا کھیتی پر جانا اُس کے روزمرہ کے کام ہیں اُسے گھر میں خوش پسند پوشاک پہن کر دیکھنے سے ساس جلتی ہے اور ساس کی لڑکی دن بھر اپنے خاوند سے دل بھر نہ لے رہ بیٹھے تو بھی لڑکی کی یہ ناگواری اُسے ناپسند نہ ہوگی بلکہ اپنی لڑکی پر فخر کرے گی اور اپنے داماد کو آنکھوں میں بٹھائے گی۔ لیکن یہ حق بہو کو کہاں سے

حاصل ہے۔

خالشہ:۔ عورتوں کی روحانی بیماریوں کی تشخیص کرنا کتنا مشکل ہے اکثر عورتیں ساس وشسر کی ظلم سہہ کر تپ دق کا شکار ہوتی ہے کچھ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ساس کے گھر بیٹھ بھر کر کھانا نہیں کھاتی ہیں للہ عارفہ نے جو دکھ ساس سے پائے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں ایسے بھی واقعہ ہے جس میں صرف ساس کے ستانے سے رشتے ٹوٹتے ہیں ہمارے گاؤں میں ایک شخص کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اُس نے اِس کی شادی امیر گھرانے میں کی۔ ساس سے بہو کو ان بن رہی آخر ساس نے بہو کو طلاق دلوایا اور بیچارہ لڑکا اپنی زندگی کا خون کرنے پر مجبور رہا۔ لڑکی بیچاری پیٹ رکھتی تھی آخر غم کی بھٹی میں جل گئی

لڑکی کا ایک بھائی تھا۔ جب اُس نے بہن کا دکھڑا سنا تو ایسے شعروں میں اس غم کو اظہار کیا جو کہ دلدوزادر پرسوز ہیں جس سے دل کو سخت چوٹ لگتی ہے اور خود بخود آنسوؤں کی لڑیاں لگ جاتی ہیں اور آدمی تڑپ جاتا ہے لڑکی بیچاری اپنے خاوند کو چاہتی تھی۔ اور آخر اسی حسرت میں جان دیدی۔

خونی رشتے اب خود غرضی میں بدل گئے ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ زمین کے ٹکڑے کیلئے لڑتا ہے خوشحال بھائی اپنے نادار بھائی کا کچھ بھی نہیں لگتا ہے۔ دولت مند کے سب دوست اور رشتہ دار ہوتے ہیں ایک ہی ماں کے بطن سے دو بھائی وقت پر کچھ نہیں لگتے ہیں۔ اصغر کا اب اس میں زیادہ قصور نہیں ہے کیوں کہ وہ سوتیلا بھائی ہے وہ چاہتا تھا کہ اس کی تباہی ہو جائے اور اپنے باپ کی وراثت پر بیٹھے اور شادی شفقت میں ہاتھ لگ جائے

ادھر ماں بھی یہی چاہتی تھی۔ خواہ مخواہ جوہر کو بدنام کیا۔ عائشہ کہتی ہے کہ نیکی
کر اور دریا میں ڈال کا مصداق بننا چاہیئے۔ جب کسی شخص کا کوئی رشتہ دار
مر جاتا ہے تو کہتا ہے کہ خدا کا ہستے جانے کو ہی سدھایا۔ یہ مجبوری اور بے بسی کے
الفاظ ہیں جو کہ زندہ رہنے کیلئے کافی ہیں۔ زندگی کے حسین یا تلخ لمحات کو کسی نہ
کسی طرح گذارتے ہیں۔ بیمار آدمی سخت تکلیف کے باوجود زندہ رہنا چاہتا ہے مگر جب
غیرت کیخلاف کچھ ہوتا ہے جب جذبات کو ٹھیس لگ جاتی ہے تو موت کو بہتر سمجھتا
ہے دُنیا میں خود غرض والدین کی کمی کو مخلص دوست پورا کرتا ہے لیکن بے لوث دوست
مشکل سے ہی ملتا ہے کریم دوست کی تعریف سن کر عائشہ سے کہتا ہے کہ دوست ایک
قیمتی سرمایہ ہے جو مصیبت کو کم اور خوشی کو دو چند کرتا ہے عیاض اور محمود کی دوستی تاریخ
میں بے مثال ہے ایک دفعہ محمود نے روپیوں کی ایک تھیلی فوج میں بکھیری عیاض بھی
وہاں تھا سب آدمیوں نے روپے اٹھائے عیاض نے کوئی توجہ روپیوں کی طرف نہ کی
بادشاہ نے عیاض سے پوچھا تم نے روپے کیوں نہیں اٹھائے عیاض نے جواب دیا
جب آپ سامنے ہوں تو روپیوں کی کیا حقیقت ہے۔ اسے روحانی رشتہ کہتے ہیں
کاش دُنیا میں ایسے بے لوث دوست مل جائیں

جوہر:۔ میرے لئے سب ہمدردیاں مر گئی ہیں میری مصیبت پر کسی انسان
نے آہ تک نہ کی۔ انسانی فطرت بہت کمزور ہے جہاں دیکھئے کہیں ملک گیری کی
خواہش بستیوں کی بستیاں انسان اُجاڑ دیتا ہے اور کہیں اقتدار کی ہوس میں قتل عام
کر دیتا ہے کتنے ہی غریبوں کا دل حکمرانی میں دکھاتا ہے

کریم اپنے دوست جوہر سے کہتا ہے کہ جوہر تم نے پہلے ہی شادی نہ مان لی ہوتی

تو یہ دن دیکھنے نہ پڑتے۔

جوہو:۔ دوست میرے والدین فوراً زندگی اور موت کا مسئلہ سامنے لاکر مجھے خوفزدہ کرتے تھے اس وقت ہمیں آپس میں پیار تھا۔ میرے ہاتھوں میں ہوتا تو میں اپنے باپ کی عمر دس ہزار سال کر دیتا۔ ان کی باتوں میں نرمی و شفقت اور ہمدردی بھی اور ان کی باتیں سیدھے دل میں اتر جاتی تھیں۔ شادی کے بارے میں میرا خیال بالکل اپنی حیثیت سے بالاتر تھا۔ میں کشمیر میں ایران اور چین کی پریوں کا خواب دیکھتا تھا۔ کنوارہ لڑکی اور کنوارہ لڑکا اپنے آپ کو بالکل خوش قسمت سمجھتے ہیں خصوصاً جب انہیں کوئی رشتہ مانگنے آتا ہے گھر بھر میں خوشی ہوتی ہے جب رشتہ کسی جگہ پر پکا ہوتا ہے تو ایک دوسرے کو خوب آؤ بھگت کرتے ہیں تحفے بھیجتے ہیں اس میں لڑکے والوں کی جیت ہوتی ہے شادی سے پہلے لڑکیوں کیلئے دھاج اور جہیز منگواتے ہیں جس پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے۔ دولہا کے لئے چند دلاینی چیزیں جس میں کار، سیلی ویژن، بنگلہ، اور دوراثتی جائداد ہوتی ہے۔

کریم:۔ بھائی جو برجن والدین کے پاس اتنی جائداد نہ ہو تو اُن پر سماج میں کیا گزرتی ہے

جوہرو:۔ سماجی ہتھکنڈے غریبوں کے لئے بہت بوجھل ہیں۔ بیچارے غریب اپنی قسمت پر کوستے ہیں میرے خیال میں ایسے گھرانوں کو ان شادیوں میں کوئی کام نہیں ہے شادی تو دو دلوں کی ہوتی ہے اگر وہ دل ایک ہوں۔ تو رسم و رواج کو ان شادیوں میں کیا دخل ہے۔ ایک عورت میں سوچ بوجھ استقلال صبر و تحمل تمیز و تعلیم اور اعلیٰ کردار ہونا چاہیئے یہی عورت کا سب سے بڑا جہیز ہے۔ میں نے اپنے

دوستوں سے سنتا ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں بہت کم اپنے خاوندوں کو مانتی ہیں اور وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم میں اور مردوں میں کیا فرق ہے وہ بھی کماتے ہیں اور ہم بھی کماتے ہیں ایک عفت شعار عورت مرد کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہے اس سے مرد کا دل مطمئن رہتا ہے وہ دن بھر محنت کر کے شام کو اپنی بیوی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے جس مرد کو اپنی عورت پر بھروسہ نہ ہو وہ ہمیشہ پریشان ہوتا ہے چند ایسے ہی مرد ہیں جو حسین ہوتے ہیں مگر شرابی وجواری اور نہ جانے کتنی برائیوں کا شکار ہوتے ہیں وہ اپنے عورت سے چند دن داد عشرت دیکر اُسے عمر بھر رُلاتے ہیں اور اپنی عورت کو جوئے میں ہار دیتا ہے یہ بات عورتوں پر ہی نہیں بلکہ مرد بھی دکھاتے ہیں کئی مرد حسین عورتوں پر جان دیتے ہیں ایسے مرد عورتوں کی مکاری وفریب کاری اور دھوکہ بازی میں آتے ہیں اور آخر کو بہت پچھتاتے ہیں مگر یہ داغ زندگی سے نہیں مٹتے ہیں

نمائش یہ باتیں سن رہی تھیں اُس نے کہا کہ اگر عورت پڑھی لکھی نہ ہو تو وہ اُس تعلیم یافتہ عورت سے بہتر ہے جو اپنی عصمت کو بیچے کیوں کہ عورت کی عزیز متاع صرف عصمت ہے تمام مذہبی معاشروں میں عصمت کی حفاظت فرض ہے انہیں عورتوں پر ماں وبہن، بیٹی ہونیکا فخر حاصل ہے عصمت ایک ایسی جوہر ہے جو بہت گراں ہے جو عورت اپنی عصمت بیچکر عیش وعشرت کرتی ہے سماج میں بڑی پاجی وکمینہ اور نیچ ہے۔ یہی مثال مردوں کی بھی ہے۔ نیک کردار مردوں کی تعریف بھی قرآن میں بڑی ہی خوبی کے ساتھ کی گئی ہیں۔ یہی مرد دنیا کو بدل دیتے ہیں آدمی تب ترقی کے عظمتوں کو چھو سکتا ہے جب وہ پاکیزہ خیالات اور بلند کردار رکھتا ہو۔ ایسے آدمی بے وطنی میں بھی وطن محسوس کرتے ہیں۔ ہر شخص

انہیں قدر و منزلت کرتا ہے سفر میں بھی آرام و آرائش پاتے ہیں پرائے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں دینداری کی بنیاد صرف بلند کرداری پر ہی موقوف ہے بدکرداری عزت خراب کر دیتی ہے اور خدا کے حضور میں بھی بے آبرو بناتی ہے سماج میں وہ ذلیل ہوتا ہے

دنیا کے تمام پیغمبروں و ولیوں و فلاسفروں نے صرف بلند کرداری پر زور دیا ہے اور یہی پرہیزگار بننے کا راز ہے کردار پھول کی لو ہے جب پھول سے خوشبو نکلتی ہے تو پھول کو لوگ پاؤں سے مسلتے ہیں سہ

نکل جاتی ہے جب خوشبو تو گل بیکار ہو جاتا ہے

کریم بخش عائشہ کی باتیں سنیں اور کہا کہ اگر آپ پڑھی لکھی نہیں ہے مگر تعلیم کا جوہر آپ نے حاصل کیا ہے دیندار اور خدا پرست عورتیں ایسی ہوتی ہیں عائشہ نے کہا کہ اس میں تعریفوں کی کیا بات ہے عصمت فروشی سے موت بہتر ہے مذہب نے اسی لئے انسان کو شرم و حیا اور غیرت کی تعلیم دی ہے اگرچہ اسلام نے عورتوں کو حقوق دئے ہیں مگر اس میں زیادہ تر عصمت کی پائداری پر زور دیا ہے اور جو کردار عورت کے لئے مقرر کیا ہے اس میں عورت کی عظمت اور شان باقی ہے یہ باتیں سن کر آج جو ہر ای بیوی کی دینداری پر فخر محسوس کرنے لگا۔ اخلاقی تعلیم کی ضرورت انسان کو ہر زمانے میں محسوس ہوتی ہے اور مذہبی معاشرت نے جس حد تک مسلمان عورتوں کو متاثر کیا ہے اس میں عائشہ کا کردار جھلکتا ہے جو بہت اعلیٰ اور قابل توصیف ہے دنیا والوں کو اس تلخ حقیقت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اخلاقی تعلیم

پر زور دیتے ہیں کردار سے ہی قوم بنتی ہے سلطان صلاح الدین ایوبی نے بلند کرداری سے کبھی میدان جنگ میں عیسائیوں کے مقابلے میں شکست نہیں کھائی ہے تاریخ گواہ ہے کہ بلند کردار قومیں کمزور قوموں پر حکومت کرتی ہیں اپنے خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھنا چاہیے جو شخص بازار میں انار خریدنے کی قوت نہیں رکھتا ہے مگر اس انار کو کھانے کی خواہش کرتا ہے اُس کو خدا اُس صبر پر جنت میں اس سے بہترین انار دیگا۔ دنیا میں جس شخص نے جس چیز کی چاہت کی اور طاقت نہ ہونے پر صبر کیا اُسے ضرور اس کا بدلہ ملے گا۔ کسی شیر کو مارنا بہادری نہیں ہے البتہ اگر اپنے نفس آمار کو مارا تو یہ ہی بہادری ہے۔ آج کی دنیا میں صرف بدکردار آدمی دولت سمیٹتے ہیں۔ عشق لڑتے ہیں اور لڑواتے بھی ہیں۔

جو شخص آج سیدھا سادھا اور بلند کردار کا مالک ہو سماج اُسے نیچی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ شخصی کردار قومی کردار کا آئینہ دار ہے۔

جس قوم میں غیرت اور حمیت نہ ہو وہ قوم خاک کا ڈھیر ہے اسی لئے اسلام نے شخصی کردار کو اُبھارا ہے ہمارے گھروں کی معاشرت جب مذہبی معاشرت ہو تو ہمیں جھونپڑیوں میں بھی محلات کا مزہ آجائے گا اور وہ سکون حاصل ہوگا جس سے امیروں کے ایوانوں میں زلزلہ آئیگا۔ اور وہ انسانی عظمت کے سامنے جھک جائیں گے۔ دنیا میں دولت، رسوخ اور اقتدار کچھ کام نہیں آتا ہے ہاں دنیا والوں کے لئے سختیاں جھیلنا زندگی میں قناعت کرنا

وخدا کے بندوں کیساتھ نیکی کرنا ان کے دکھ درد میں شریک ہونا خدا پرستی ہے فخر و غرور و شروت و تمکنت و عجاب و جلال شیطان کا کام ہے آدمی میں مروت اور اخلاق ہونا کافی ہے

خودی تعمیر کن در پیکر خویش
چو ابراہیم معمار حرم شو۔

آخری باب

جوہر اب اپنے مکان میں بود و باش کرتا ہے عابد علی بیمار ہوتا ہے اگرچہ جوہر باپ کے گھر نہیں جاتا ہے مگر باپ کی بیماری نے اسے بے قرار کر دیا اور وہ باپ کے پاس خبر گیری کے لئے جاتا ہے۔ رگزن پر یہ بہت شاق گذرتا ہے۔ رگزن اُس وقت دکھاوے کی خاطر باپ کے پاس زیادہ بیٹھتا ہے ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ جس گھر میں ہم اکھٹے جوان ہوئے پلے بڑھے جب اس گھر میں شادی ہوتی ہے تو اُس دن میرے کانوں تک پتہ نہیں چلتا ہے اور یہ اہتمام ہر سال خوشی اور رشتہ داروں کے دلوں پر ہوتا ہے آج جب کہ باپ بیمار ہے رگزن نے جوہر کو اپنے کمرے میں بلایا۔ باپ کا ایکسرے دکھایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ چند دنوں کا مہمان ہے۔ کیوں کہ ڈاکٹری رپورٹوں سے بالکل واضح اس کی پوزیشن ہو گئی ہے یہ ہے رگزن صاحب کی پالیسی تاکہ مجھے باپ

کے غم میں پورا غمگین کرے اور یہ دلخراش خبر میرے لئے بہت ہی تباہ کن ثابت ہو۔ آخر باپ تو باپ ہے سازشیں نہ ہوتی ہوتی تو میں کیسے باپ سے جُدا ہوتا۔ خیر آج بھی یہ بارڈی گارڈ کی طرح باپ کے پاس بیٹھتے تب بھی باپ کی عیادت کے لئے گھر میں قدم رکھتا۔ باپ کچھ کہنے کی تمنا کرتا مگر ان پہرے داروں سے ڈر کر کچھ ہونٹوں سے باہر نہ نکلتا یہی حالت اس کی ہر وقت ہوتی۔ میں ڈاکٹروں سے اس کی صحت کے بارے میں مشورہ لیتا اس کی دیکھ بھال کرتا مگر رگزن اور اس کی ماں یہ برداشت نہ کرتی۔

عابد علی کی حالت روز بروز بگڑتی جاتی تھی اور جو ہر تو غم کے مارے سوکھا تھا۔ وہ یہ باتیں عائشہ سے بھی اظہار نہ کر سکتا تھا کیوں کہ پچھلی اذیتوں کے تحت وہ کیسے اس غم کا اظہار کر سکتا تھا۔ کبھی انسان اپنا راز ہمیشہ اپنے دل میں رکھتا ہے اور اسے ظاہر کرنے سے ڈرتا ہے کیونکہ آدمی تب تک محفوظ ہے جب تک وہ اپنے راز کو اپنی ذات تک محدود رکھے دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔ زندگی میں سخت زہر کے پیالے نوش کرنے پڑتے ہیں اور تلخی کا اثر زبان تک نہیں لا سکتا ہے میرا اپنا خیال ہے جس شخص کے جتنے عزیز و رشتے دار، دوست، ہمسایہ اور آشنا اس دنیا میں گذرے ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی نیا فرن بچھا ہے مگر اس پر سلنے کی نشیان پڑ گئی ہیں عائشہ ہمیشہ عابد علی کی تیمار داری کرتی۔ اس کے پاؤں دھوتی دو دن میں دو دفعہ بستر بدل دیتی اور کبھی پاؤں دباتی۔ عابد علی یہ سب محسوس کرتا تھا مگر افسوس اس کے زبان پر تالے لگے ہوئے تھے اسے سوتیلی رشتہ نے اس قدر دور رکھا جس سے اس کے اپنے غیر بن گئے پھر بھی عابد علی اپنے دلی واردات کو ظاہر کرنے کی کوئی راستہ تلاش کرتا تھا۔ مگر رگزن کے نہ دینے سے وہ سمٹ جاتا تھا۔ آخر

ہماری صرف یہ ڈیوٹی تھی۔ کہ ہم اُسے وقت پر دوائی پلاتے تھے اس کی مجبوریوں کو سمیٹ لیتے تھے۔ دنیا میں ایسی لاکھوں مثالیں موجود ہیں جو زندہ ہونے کے باوجود ایکدوسرے کیلئے مردہ ہیں بظاہر ہم ایکدوسرے کیلئے مر چکے تھے مگر اب یہ دنیا کی رسم تھی جس میں ہم اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنے بیٹے سے منہ پھیر لیتا ہے اور نفرت کی ایسی دیوار حائل ہوتی ہے کہ باپ بیٹے سے برسرِپیکار ہوتا ہے اور بیٹا باپ سے انتقام لینا چاہتا ہے تبھی یہ دنیا کی ریت ہے یہاں ایسا ہی ہوتا ہے اورنگزیب عالمگیر نے اپنے باپ کو ملک گیری کے لئے کس طرح جیل رکھا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا کیا۔ علاؤالدین خلجی کو ملک کافور نے زہر دیکر ہلاک کیا علاؤالدین کے بیٹوں کو جیل بھیج کر آنکھیں نکلوائیں اور آخر میں ملک کافور بھی قتل ہوا۔ پانڈوں اور کوروں کی کہانی دنیا کی ایک طویل داستان ہے جس میں لارڈ کرشن اپدیش دیتے ہیں کہ دنیا میں سب [illegible] کی مرضی سے ہوتا ہے

عامرہ کی حالت اب روز بروز نازک ہوتی تھی اور نقاہت کی وجہ سے وہ بستر سے نہیں اٹھ سکتی تھی۔ ہمسایوں اور رشتہ داروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ کوئی ایک بات کہتا تھا اور کوئی دوسری بات کہتا۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں کتنے اچھے لوگ وہ ہیں جو مہد سے لیکر لحد تک صرف خدا سے محبت کرتے ہیں اور اُسی کو یاد کرتے ہیں وہ دنیا کے پیچھے نہیں لگتے ہیں بلکہ دنیا اُن کے قدموں میں گرتی ہے حضور سرورِ کونین صلعم ایک چٹائی پر سوتے تھے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کے آرام کی خاطر چٹائی دوہری کی تھی۔ جس پر آنحضور صلعم نے کہا عائشہؓ آج میں تہجد کی نماز سے

محروم ہوا کل آپ پھر چٹائی کو پہلے ہی طرح بچھا دیں۔ ہمیں دُنیا سے کوئی غرض نہیں ہے ایک دفعہ حضرت عمر فاروق آنحضور کو ایک چارپائی پر سوتے دیکھا۔ چارپائی کی رسیاں ان کے جسم نازنین میں پیوست ہو گئی تھیں فاروق اعظم روئے۔ سرور کائنات صلعم جب بیدار ہوئے تو عمر رض سے پوچھا کیوں روتے ہو انہوں نے فرمایا قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور میرے آقا صلعم کے جسم پاک پر چارپائی کی رسیوں کے نشان پڑیں۔ سرور کائنات نے فرمایا اے عمر رض ان کو دُنیا مبارک ہو اور ہمیں آخرت چاہیئے" لیکن ہمیں خدا اس تمنا کی موت کے وقت یاد آتا ہے اُس سے پہلے بھول کر بھی خدا کا نام نہیں لیتے ہیں مسجدوں میں زور زور سے آنحضور صلعم پر درود پڑھتے ہیں۔ وعظ کی مجلسوں میں گڑگڑا کر روتے ہیں مگر جب مسجد سے باہر آتے ہیں تو بے ایمانی و جھوٹ، مکر و فریب دھوکا، قتل و غارت، بدکرداری، حسد اور نہ جانے کتنی برائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں ان حالات میں ہماری روحانی ترقی قطعی ناممکن ہے۔ وہ تب ہی ممکن ہے جب ہم اپنی ذات کو پہچانیں اور قدرت کی طاقتیں اپنے وجود میں سر کر سکیں۔ ہماری سماجی برائیوں کی کوئی حد نہیں ہے جس طرح آدمی بیماریوں کو شمار نہیں کر سکتا ہے اس دُنیا کا انجام اُس چھپکلی کے مانند ہے جو ہمارے لئے آ رہی ہے اور ایکدن یہ ہمیں بھی پیس ڈالے گی۔

جوہر علی نصیحت کے طور چند باتیں اپنی بیوی سے کہتا ہے دُنیا میں سب سے بڑا آدمی وہ ہے جس میں غرور نہ ہو۔ ہمارے سرکار دو عالم صلعم نے فرمایا خدا کی قسم وہ شخص ہرگز جنت میں نہیں جا سکتا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی غرور ہو۔ غرور کئی چیز دل کا ہو سکتا ہے دولت و ثروت کا غرور، علم کا غرور، باغات اور محلات کا غرور نیز حکومت

کا غرور۔

حکومت کے غرور میں کتنے فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا اور ایک موسیٰؑ آیا اُس نے اپنی خدائی طاقت سے اُن کے غرور کو ملیا میٹ کیا خدا وہ ہے جس نے حضرت ابراہیم پیغمبر کو دشمن کے ہاتھوں سے پالا اور پھر اسی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے جنگ لڑی۔ آدمی کو خدا نے ایک ناپاک پانی کے قطرے سے پیدا کیا آدمی کی شان نرمی باخلاق و مروت اور رواداری میں ہے ایک مُردہ آدمی کے سر کے کھوپڑی نے کہا کہ مجھے ٹھوکر نہ لگاؤ۔ اگرچہ میں اس وقت شکستہ اور چور چور ہوں۔ میری ہڈیاں مٹی میں گل گئیں ہیں مجھ میں اگرچہ بات کرنے کی ہمت نہیں ہے لیکن ایک وہ زمانہ تھا جبکہ میں کسی کا سر پر غرور تھا۔ جب کہ میں حقارت سے آدمی پر ہنستا تھا میں شہنشاہ تھا۔ میرے جلو میں فوج رہتی تھی۔ میں بے بس اور بے کس آدمیوں کا مذاق اُڑاتا تھا وہ مجھے خدا کا واسطہ دیتے تھے تو میں اپنے غرور کے نشے میں کہتا کہ وہ خدا کون ہے لوگو آج یہ میری داستان ہے۔ میں نے کتنی لڑائیاں لڑیں کتنے میدان جیتے کتنے لوگ میری سخاوت کرتے تھے کتنے زور آور آدمی میرے جاہ و جلال سے ڈرتے تھے۔ ایک مکھی کو میرے ساتھی مجھ پر بیٹھنے نہ دیتے تھے وہ اپنی جانیں مجھ پر نچھاور کرتے تھے میرے اتنے وزیر اور اتنے محافظ تھے۔ لیکن افسوس آج میں اس حالت میں ہوں کہ میرا ہر ایک استخواں شکستوں سے چور ہے میرا انگ انگ مٹی میں گل گیا ہے۔ وہ میرا فخر و غرور آج ایک حسرت اور عبرت میں تبدیل ہوا ہے۔ اے دنیا والو میرے سر کو اپنے لاتوں سے نہ روندو۔ کیوں کہ کل تمہارے سروں کے ساتھ بھی ایسا ہی کھیلا جائیگا۔ شکستہ قبروں پر غور کرو۔ جناب حضرت پیر و پیران شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے

ہیں کہ شکستہ قبروں پر غور کرو کہ کتنے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔
یہ دُنیا کا انجام ہے اس پر اترانا ایک کمینے اور نادان آدمی کا کام ہے چلو آج ہم دعلاج دیں صحیح اور سماجی رسم ورواج کا کلی استحصال کا مصمم ارادہ کرتے ہیں اور اپنے انجام کو مدنظر رکھ کر سماج میں عورتوں کو بھی جینے کا صحیح حق دے سکتے ہیں۔
عائشہ جوہر علی سے کہتی ہے کہ عابد علی کی خبر لینے کیلئے دونوں جائیں۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے تو عابد علی کی آخری سانس اُکھڑ رہی تھی۔ پھر وہ خدا کے سپرد ہوئے۔ رگزن بھی رویا اور جوہر بھی رویا۔ مگر رگزن نے ساری عمر اس کوشش میں رکھی کہ باپ اپنے بیٹے سے نہ ملنے پائے اس کے لئے پہرے رکھے۔ باپ اپنا دکھڑا الگ رو لیتا اور بیٹا اپنا دکھڑا دنیا والوں کو سنانے لگا اب ہم راز و نیاز کی باتیں صرف محشر میں آمنے سامنے کر سکتے ہیں جب کہ رگزن کا کوئی خوف نہ ہوگا جس دن خدائے واحد کی حکومت ہوگی اور کوئی ڈر باپ و بیٹے کے درمیان نہ ہوگا۔ رگزن اس کے بعد کچھ بدلا مگر اس کے دل کا حال خدا ہی جانتا ہے عائشہ نے ہر ایک کو روتے روتے رلا سا دیا مگر کون اس کی سنتا وہ اب اس گھر کی مالک نہ تھی۔ محض ایک پرائے کی حیثیت سے یہاں اپنا حق ادا کرتی تھی۔ سماج میں عورتوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے اگر بہو خاوند کو چاہتی ہے تو اس کی ساس اس سے جلتی ہے اور اگر ساس بھی برداشت کرے گی تو سسر جل جائیگا۔ یا اگر ان دونوں باتوں میں مماثلت پائی جاتی تو نند اور بھاوج ضرور بہو پر حسد کریں گے ورنہ خاوند کے بھائی اس کے ساتھ ضد کرنے پر تل جائیں گے۔ یہ واقعات ہر گھر میں ہوتے ہیں اس کا علاج صرف برداشت ہے برداشت تو خونی رشتہ کر سکتا ہے سوتیلے رشتے میں برداشت کی بات ہی نہیں ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند اپنے عورت کے جذبات واحساسات کو نہ سمجھ کر

اسے زہر کھانے پر مجبور کرتا ہے ایکدفعہ ایک عورت اپنے زیور اور گھڑی اتار کر ایک پل کو پار کرتے وقت خاوند کو دے دی اور خود چھلانگ مار کر ڈوب گئی کاش اس کے خاوند نے اس کے جذبات کو سمجھ لیا ہوتا یہ صرف سماجی گراوٹ ہے جس میں ہم ایکدوسرے کے جذبات اور احساسات کی قدر نہیں کرتے ہیں عورت سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی شخصیت نہیں ہے جو اپنی اولاد کے لئے تپ تپتے سختیاں برداشت کرتی ہے پھر اس کی دیکھبال کرتی پھر اس کو سماج کا ذمہ دار بناتی ہے عورت کی مثال ایک چشمہ جیسی ہے جس سے ندی نالے پھوٹتے ہیں کائنات کا تسلسل صرف عورت پر منحصر ہے اگرچہ مرد بھی اس کائنات میں اتنا ہی اہم ہے مگر ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ جو سماجی ظلم عورتوں پر ہوتا ہے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں دنیا میں زیادہ بے ضابطگیاں اور بے انصافی صرف مردوں نے کی ہیں جب مردوں کے ہاتھوں میں طاقت آتی ہے تو وہ اندھے بن جاتے ہیں اور وہ اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتے ہیں اپنی خام کاریوں پر افسوس کرنے کے بجائے فخر اور غرور کرتے ہیں اگر عورتوں میں یہ طاقت ہوتی تو دنیا امن وامان اور انصاف کا آماجگاہ بن جاتا۔

آج کل صرف دنیا میں تعلیم کا دور دورہ ہے۔ عورتیں جاہل ہونے کے سبب نہیں جانتی کہ خاوند کو کس طرح خوش اور راضی رکھے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خوبصورت عورتیں بھی اپنے خاوند کو اپنی جہالت کی وجہ سے منانا نہیں جانتی ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ خاوند رنڈی بازی کرنے لگتا ہے اور گھر برباد ہو جاتا ہے اکثر گھروں میں عورتوں کو روٹی کپڑے کی تکلیف دی جاتی ہے مرد دوسری شادی کرتا ہے اور پہلی بیوی عمر بھر روتی ہے پہلی بیوی کے بچے سڑک پر بھیک مانگتے ہیں مزدوری کرتے ہیں اور ان کا باپ ان پر کچھ رحم نہیں کرتا ہے وہ اپنے عیش وعشرت کے لئے اپنے اولاد کو قربان کرتا ہے

اور یہ باتیں اکثر سماج میں ہوتی رہتی ہیں۔ جہاں مسلمانوں میں شادیاں کرنے کی آزادی ہے وہاں اُن میں عدل کرنا فرض ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ لوگ عدل کو بھول کر ایک کے بعد دوسری شادی کرتے ہیں اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ غریب لڑکا یا لڑکی عمر بھر شادی بغیر رہتے ہیں۔ وہ محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں انہیں شادی کا دھاج دینے کی طاقت نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں وہ بڑا نیک آدمی تصور کیا جاتا ہے جو کسی لڑکی کی شادی کسی دوسرے کے ساتھ اپنے خرچہ پر کرائے۔ ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کا بوجھ خود اُٹھاتے ہیں

اگر عورتوں میں تعلیمی شعور ہوتا تو سماج میں یہ مسئلے پیدا ہی نہ ہوتے گاؤں میں اب بھی دس فیصدی کے علاوہ لڑکیاں تعلیم نہیں پاتی ہیں اور اُن میں سے پانچ فی صد صرف مڈل یا ہائی سکولوں کی تعلیم حاصل کر کے گھر بیٹھتے ہیں لوگوں کو اُن مشکلات کا احساس ابھی نہیں ہے جس سے سماج دوچار ہے اگر ایک لڑکی پڑھی لکھی ہو اور بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کا خاوند اسے چھوڑ دے تو اگر وہ ایک نرس یا اُستانی ہوگی اس صورت میں اُسے اپنے بچے پالنے میں کوئی دقت پیش نہ آئیگی۔ اکثر لڑکیاں ہنرمند ہونی چاہیئے اس سے وہ سماج میں عزت سے زندگی بسر کر سکتی ہیں آج وہ زمانہ ہے جہاں عورتوں کی نزاکت کے حساب سے نوکری کی ضرورت ہو وہاں انہیں فوراً بھرتی کیا جاتا ہے ایچ۔ ایم۔ ٹی کارخانے میں زیادہ تر عورتیں کام کرتی ہیں کیونکہ اُس میں صبر اور نزاکت کی ضرورت ہے عورتیں عموماً مردوں سے زیادہ مفید اور صابر ہیں اس لئے اگر انہیں کسی ہنر پر چھوڑا جائے تو یہ پوری طرح اتر سکتی ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ عورت صرف چند کوڑیوں سے اپنے بچے کا علاج کر سکتی ہے وہ کھانے میں

احتیاطی تدابیر سے کام لیکر صحت مند غذا عیال کو مہیا کر سکتی ہے یہی ایک تعلیم یافتہ عورت کی خصوصیت ہے

ایک اور مصیبت سماج میں یہ ہے کہ غریب والدین اپنی لڑکیوں کی شادی بوڑھے دھوٹے بچوں و بیماروں، نامردوں، چوروں، قاتلوں اور دائم المریضوں کے ساتھ کرتے ہیں ایسے خاوند کا گھر ان کے لئے دوزخ ہو جاتا ہے مگر عورت کچھ نہیں کر سکتی ہے کیوں کہ عورتوں کو اپنے حقوق جو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دیئے ہیں معلوم ہی نہیں ہے اگر وہ اپنے حقوق سے واقف ہوتی تو ضرور اس ظلم کیخلاف احتجاج کرتی۔ تین کروڑ سے زیادہ مسلم عورتیں مسلمانوں کے ظلموں میں مبتلا ہیں مصیبت میں انہیں دین کی خبر اور نہ دنیا کی خبر۔ خدا سے واقف نہ رسولؐ سے اور نہ اسلام سے واسطہ۔ اپنی جانوروں کی طرح محنت و مشقت رات کو بس زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا۔ ان بدنصیب عورتوں کی اولاد بھی قدرتاً جاہل اور ناکارہ ہی ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مسلمانوں میں تعلیم نسواں کے نہ ہونے سے کہ اگر ہی مفلسی جہالت بڑھتی جاتی ہے جب تک مسلمان اپنی لڑکیوں کو جاہل رکھیں دنیا انہیں گری ہوئی نظر وں سے دیکھتی رہے گی اور خدا کا غضب ان پر نازل ہوتا رہیگا کیوں کہ رسول [illegible] کی جا رہی ہے ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے خاوند تحفظت حضور کونین صلعم کے پاس اپنی بیزاری ظاہر کی۔ عورت کے خاوند نے رویا اور کہا کہ میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں پیغمبر خدا نے عورت سے کہا کہ میرے خاطر اس کے ساتھ رہو۔ عورت نے کہا کہ یہ آپ کا حکم ہے نبی کریم صلعم نے فرمایا حکم نہیں لیکن عرض ہے اس پر عورت نے کہا اب مجھے اس سے طلاق دلوا دیجیے چنانچہ اسی وقت اس کا طلاق دیا۔ یہ ہے اسلام کا انصاف اور قانون مگر جاہل عورتیں خدا کے قانون سے بالکل بے خبر ہیں مرد انہیں اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اگر عورتوں میں بھی وہ تمام

جو نیاں پائی جاتی جو اسلام نے ان کے لئے فرض کی ہیں تو ان کے حقوق بالکل محفوظ کہاں رہ سکتے ہیں۔ مرد اور عورت اس گلزار ہستی کے دو انمول موتی ہیں دُنیا کی بہار بس انہی دونوں سے ہے اگر یہ دونوں درست ہوں تو ساری دُنیا درست ہے۔ تعلیم پڑھ کر خود عورتیں اپنی حیثیت سے بہت آگے بڑھ جاتی ہے جس سے گھر میں کافی نقصان ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی عورت ملازم ہے تو وہ فیشن پر سارا روپیہ خرچ کرتی ہے ان کی آمدنی فیشن ایبل کپڑوں وگون وساڑیوں، صابن کی ٹکیوں، موزوں، گلوبندوں، بوٹوں، تولیوں، پوڈروں، ولایتی عطر، برتن ولایتی، کنگھیوں، حقہ و کہانیوں کی کتابوں میں، کمرے کی سجاوٹوں اور ولایتی کھلونوں، آرائشی چیزوں میں ختم ہو جاتی ہے مہینے میں کچھ بچا کیا الٹا قرض ہو جاتا ہے اس کے علاوہ سینما بینی کا چسکا ان میں ضرور ہوتا ہے ہفتے میں ایکدفعہ کلب بھی جاتی ہے جیسے ہیرو ہیروئن کے کپڑے دیکھتے ہیں ویسے ہی وہ خاوند سے بھی فرمائش کرتے ہیں۔ گھر کا کام چھوڑ کر ریڈیو پر ریکارڈ لگاتے ہیں اور ایکٹر اور ایکٹرس کی نقل اُتارتے ہیں۔ یہ مغربی تعلیم کا سیلاب ہے جس نے خدا سے بیگانہ بنایا اور شیطان کو دوست بنایا میں نے اپنا ایک کنبے کی تعلیمیافتہ لڑکی سے معلوم کیا کہ اگر آپ کو سو روپیہ دئے جائیں تو غلط منگائے گی یا کچھ اور چیز تو فوراً کہا کیا غلہ میں اپنے لئے ڈرلین گون بنا دُنگی۔ چاہیئے فاقہ ہو جائے گھر کے کسی کام کو کرنا روٹی، ہانڈی پکانا، بچے کو گود میں لیکر بہلانا تعلیم یافتہ لیڈی نہیں جانتی۔ ماما نہیں آئی ہے بچہ بلک رہا ہے۔ باورچن اگر کسی دن آئے تو وہ ٹکا سا جواب دیگی چاہے سارے گھر کو فاقہ ہو جائے۔ شوہر کے کوٹ پتلون میں بٹن تک ٹانکنا دوبھر ہوتا ہے خاوند، خسر، ساس، ماں باپ کی تیمارداری نہ کرتی ہے جس سے مریض کو کچھ آرام مل سکے۔ کیوں کہ مریض کو دوا پلانے سے یا پیشاب پاخانہ فارغ کرانے جسم

سینکے ولیش باندھنے میں گوٹ یا ساری میں شکن پڑ جانے کا اندیشہ ہے خدا، غریب آدمی کو بد مزاج بیرحم، ستو تیبن، فیشن ایبل فضول خرچ، خود پسندی لیڈی سے محفوظ رکھے
ایک عورت اپنے گھر کی اچھی منتظم و بیوی، اپنے خاوند، ساس، خسر، بہن وبھائی اور سونحر کے دکھ درد میں شریک ہو آمدنی و خرچ اس کی نگاہ میں ہو۔ فضول رسموں کی دشمن ہو اپنے بچوں کی تعلیم کی نگرانی کر سکے انہیں سبق یاد کرا سکے۔ قرآن شریف کو ترجمے کے ساتھ پڑھ سکے۔ اردو حدیث کو سمجھ سکے گھر کا حساب و کتاب رکھ سکے خط لکھنے اور پڑھنے میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ دھوبن کو کپڑے دیکر لکھ لے زنانے کپڑے نفاست کے ساتھ سی سکے۔ کپڑوں پر خوبصورت پھول پتی بنا سکے اپنے چھوٹے سے گھر کو سادہ طریقہ سے سجا کر اور خوب صاف رکھ سکے۔ بچوں کو چوٹ لگ جائے تو مرہم پٹی کر سکے۔ بیمار کی تیمارداری عقل سے کر سکے اپنے بچوں کی اخلاقی تربیت اس طرح دے سکے کہ وہ جوان ہو کر اپنی قوم کے لئے باعث فخر ہوں

عورتوں کے وحشیانہ وقت ختم ہوا ہے اب ہندوستان میں مرد و عورت کا پلہ برابر رہیگا۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے کہا کہ عورت اور مرد کے حقوق مساوی ہیں اگر عورت دفتروں میں کام کرے تو مرد کو ضرور گھر میں کھانا پکانا پڑیگا۔ عورتوں نے تمام بندشیں مردوں کی توڑ دی اب ہمارے یہاں عورتیں انجینئر ہیں ڈی سی و ایس پی، پرائم منسٹر۔ عورتیں افسر ہیں اور مرد انکی تابعداری کرتے ہیں گھروں میں بھی عورتوں کو خاص ملکہ حاصل ہے بلکہ بھی اب عورتوں کی پرستش سکھلاتی ہیں کسی عورت کے لئے ہندوستان کے ضابطے میں عورت ہونے کے ناطے نوکری کا کوئی دروازہ بند نہیں ہے ہندوستان میں الیکشن میں ووٹ سیدھا عورتوں کو جاتا ہے کیوں کہ عورتوں کے پاس درد بھرا دل ہے اور وہ صحیح حکومت کر سکتی ہیں

سوئزرلینڈ جیسے باصفہ جمہوری ملک میں عورت کو ووٹ نہیں ہے گو کہ جمہوریت کے لئے ایک داغ ہے

اب وقت آیا ہے کہ مردوں کے طرح ناخواندہ عورتیں بھی سرپنچ بن گئے ہیں۔ اگرچہ پنچایتوں کو حکومت زیادہ اختیارات دیتے ہیں مگر سرپنچوں کے ان پڑھ ہونے کی وجہ سے ملک اور قوم کو بہت نقصان ہوتا ہے اسے اندھوں میں کانا راج کہتے ہیں اور یہ جمہوریت کا مذاق ہے اب عدالتوں میں عورتوں کے حصص کے لئے بھی قانون پاس کئے گئے ہیں کوئی بھی عورتوں اب اپنے وراثت پدری سے محروم نہیں ہوسکتی ہے جبکہ اسلام میں عورتوں کے لئے پہلے ہی حقوق محفوظ ہیں۔ بڑے بڑے طوفان پرانے کھنڈروں کو ہوا میں اڑا دیتے ہیں امیر آدمی پہلی عورت کو خلع دیکر نئی شادی کرتا تھا اس کے لئے ہمارے ملک میں ایک ایسا قانون بن گیا جس کے تحت ایک مرد ایک ہی شادی کر سکتا ہے

اتنا کچھ ہندوستان کے قانون میں عورتوں کے لئے ہو جانے کے بعد بھی یہ طبقہ ابھی سماج کے نظروں میں کم قیمت ہے اس کی وجہ صرف دھاج دہیج ہے ایک باپ اپنی لڑکی کو تعلیم دینے کے علاوہ ایک نرگد کار ٹیلی ویژن اور قسم کی سینکڑوں چیزیں لڑکے والے کو دیکر رشتہ کراتا ہے اس میں لڑکی والے کو ہزاروں اور لاکھوں روپئے ضائع ہوتے ہیں اور لڑکے والا کا خوب فائدہ ہوتا ہے۔ روحانی رشتے اب دولت پرستی میں تبدیل گئے۔ غریبوں کی لڑکیاں ہزار خوبیوں کے باوجود دھاج نہ ہونے پر آہیں بھرتی ہیں اس دھاج سے مردوں اور عورتوں میں ایک خلیج بن گئی ایک لڑکی کتنی حسین ہو، تعلیم یافتہ اور ملازم ہو وقابل قدر گھرانے کی ہو مگر دھاج کے بغیر

اُس کی شادی نہیں ہو سکتی ہے بیچارے غریب ماں و باپ اپنے لڑکیوں پر قربان ہوتی ہیں۔ عمر بھر ایک ایک پیسا کما کر بچاتے ہیں خود روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کرتے ہیں اپنی لڑکی کی شادی میں بڑی سی بڑی قربانی دیتے ہیں ہر ایک ماں و باپ اپنی لڑکی کی شادی اچھے گھرانے میں کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اس کے لئے دھاج دینا شرط ہے ایک میٹرک پاس لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے مگر ایک ایم۔ اے پاس لڑکی کی شادی ہونا دھاج کے بغیر ناممکن ہے۔ ترقی پسند ممالک میں لڑکا اور لڑکی خود اپنا جوڑا چن لیتے ہیں اور ہوٹل میں جا کر بیس پیسے خرچ کر کے شادی کرتے ہیں ہمارے ملک میں دھاج کے خلاف قانون پاس ہوا۔ مگر سماج نافذ العمل ہونے سے کتراتے ہیں۔ جب تک نہ دھاج دیمک ملک سے ختم نہ ہو جائے تب تک ہم ترقی پسند قوم اپنے آپ کو نہیں کہہ سکتے ہیں۔ خوشحال ملک میں دھاج کا جنازہ نکالنا قومی مفاد میں مضمر ہے۔

دھاج کی رسم کو امیر طبقہ نے فروغ دیا۔ دولتمند آدمیوں نے دولت کو صرف کرتے کے نت نئے طریقے سماج میں رائج کئے۔ وہ نتائج سے لاپرواہ ہو کر اپنی دولت کے سہارے غریب طبقہ کے لئے ایک زبردست دیوار حائل کر بیٹھے۔ اسلام نے مہر کی رقم زیادہ سے زیادہ دس اشرفی تک محدود رکھی۔ مگر امیر آدمیوں نے مہر کی رقم کو ہزاروں روپے تک بڑھا۔ یا جس کے نتیجے میں اب غریب آدمیوں کو بھی مہر کی ادائیگی میں اضافہ کرنا پڑا۔ پرانے بادشاہوں اور امیروں نے دھاج کے رسم کو آسمان پر چڑھایا۔ اس میں لاکھوں اور کروڑوں روپیوں کا دھاج امیر لوگ اپنے لڑکیوں کو دیتے ہیں۔ غریب لڑکیاں گھر بیٹھے سسکیاں لیتی ہیں اس پاک اور پوتر رشتے کو اب امیروں نے مذاق بنایا ہے

ایک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لیکر ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

اس زمانے میں رشتے ہونے سے پہلے دھاج کی تمام شرائطوں کو طے کرتے ہیں اگر دھاج لڑکے والے کے اُمیدوں کے برابر ملا تو رشتہ ہو گیا ورنہ اس رشتے کی کوئی حقیقت نہیں ہے

ایک لڑکی جو ہنر مند ہے تعلیم یافتہ ہے صحت مند اور خوبرو ہے اگر دھاج نہ رکھتی ہو تو اسے آج کوئی پوچھتا نہیں ہے دولت پیدا کرنے کے لئے سماج محنت کش اور پکے ارادہ کا حامل ہو جس نے اپنے قوت ارادی سے سنگ ریز زمین کو لالہ زار بنایا ہے یہی مثال روس کی بھی ہے امریکہ میں ہر فرد اپنی دولت کمانے کی فکر میں ہے دھاج کی رسم دنیا میں صرف چند ممالک پر مشتمل ہے جس لڑکی کی شادی دھاج نہ ہونے پر سماج میں نہ ہوگی ایسی سماج پر پھٹکار ہے یہ سماج تہذیب اور شائستگی کے زینے سے اُتری ہوئی ہے اس سماج میں طبقاتی تصادم ہے ایسے سماج میں امیر طبقہ غریب طبقے پر تسلط جماتا جاتا ہو۔ زور و ظلم کا زمانہ گیا ہر شخص کو خود بولنے اور سمجھنے کا حق حاصل ہے فرق صرف اتنا ہے کہ امیروں کے بنائے ہوئے خیالات اور چبائے ہوئے نوالوں کا نقل نہیں کرنا چاہیے دنیا میں زیادہ تر غریب لوگ بستے ہیں غریبوں کی زندگی سادگی اور شائستگی میں زیادہ ترقی کر سکتی ہے ہمارے ملک میں پی۔ ایچ ڈی ایم اے، بی اے ڈگری ہولڈر میں اب صرف دو سو روپئے کے بجائے معمولی پانچ یا دس روپیہ کی چپل پہنتے ہیں امریکن سوٹ کے بجائے واسکٹ اور قمیص دیا تی تمہ پہنتے ہیں جس پر معمولی لاگت آتی ہے وضع دار حیوان بننا ضروری نہیں ہے ہمارا ملک ہندوستان ایک آزاد ملک ہے ہمیں زندہ رہنے کے تمام آزادانہ حقوق حاصل ہیں گاندھی جی اتنے بڑے لیڈر ہونے کے باوجود ایک دھوتی اور ایک چپل پہنتے

تھے۔ ایک دفعہ ایک انگریز نے اُسے سٹیشن پر قلی سمجھ کر سوٹ کیس اُٹھانے کو کہا
باپو نے سوٹ کیس اُٹھا لیا۔ راستے میں لوگ باپو کو جھک جھک کر سلام کرتے تھے جب
انگریز کو معلوم ہوا کہ یہ مہاتما گاندھی ہیں تو اُس نے مہاتما سے معافی مانگی گاندھی جی نے کہا
کہ مہمانوں کا سواگت کرنا ہمارا فرض ہے

یہ بات ضروری نہیں ہے کہ غریب لوگ اپنی جائداد مکان زمین اور دیگر املاک
بیچکر اپنی لڑکیوں کی دھاج دیں بلکہ انہیں اپنے جیسے غریبوں کے ساتھ رشتے جوڑنے
چاہئیں جب لڑکیاں اور لڑکے سماجی بندھنوں کو توڑنا چاہیئیں تو یہ رسم اور رواج خود ہی
پرانی داستانوں پر رو بیٹھینگی۔ یہ رشتہ تو دو دلوں کا رشتہ ہوتا ہے اس میں جائداد
کو کوئی دخل نہیں ہے ہر سماج میں لیلیٰ مجنوں، شیریں و فرہاد، ہیر رانجھا، ونا گراد اور
اس جیسے سینکڑوں جیتی جاگتی داستانیں موجود ہیں جہاں سماج خوب روتی ہے
اور عاشق معشوق کی جدائی سماج پر گراں گذرتی ہے مگر جو سیلاب سماج آج کے
لیلیٰ و مجنوں پر اپنی رسموں اور رواجوں سے ڈھاتی ہے وہ شرمناک اور افسوسناک
ہے ہندؤں میں اونچے سے اونچا رشتہ ڈھونڈنے میں جن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے
اس سے وہ سخت مصیبتوں سے دوچار ہوتے ہیں کیونکہ ہندوؤں میں ذات پات
کی تفریق نے انہیں اور بھی الجھنوں میں مبتلا کیا ہے اس دیس میں اب بھی
کریچ ذات والے کو شادی نہیں بنتی ہے روس میں ایکدفعہ چند عورتوں کے اخلاقی
جرائم کی شکایت ملنے پر آفیسروں نے تحقیقات کر کے ان کی اخلاقی گراوٹ
کو درست پایا۔ جو عورت ان میں زیادہ گری ہوئی تھی۔ اس کو اپنے رشتے میں لایا
تو تمام ملکوں کی ترقی اور تنزل کا دارومدار اُن کے لیڈروں پر منحصر ہے۔ دھاج

کی رسم تب فنا ہوگی جب ملک کے لیڈر ذاتی قربانیاں دیکر ذات پات سے بالاتر ہوکر سماج کو ایک ہی نہج پر لائیں۔ مہاتما گاندھی نے ذات پات کے رسم کو ذاتی قربانی سے ختم کیا اور اس کے لئے نمونہ بتائیں سماج کو پیش کیں اسی طرح اگر آج ایسا کوئی لیڈر دھاج کو دفنانے کی خاطر سماج کو ٹھوس حقائق سے روشناس کر کے انہیں بیدار کرے تو ہمارے ملک میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں دھاج کی رسم مٹ جائیگی

دھاج ہمارے سماج میں ایک روگ ہے اس روگ کا علاج غریبوں سے رشتے۔ جو آدمی اپنی حیثیت سے آگے بڑھنا چاہتا ہے وہ ضرور مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ اگر امیر دولت کو صرف کرنے کیلئے دھاج کی رسم ایجاد کی تو غریبوں کو زندہ رہنے کی خاطر دھاج کا قلع قمع کرنا چاہیے ایک بے پر چونٹی ایک پر دار چونٹی سے کیسے اُڑ سکتی ہے چادر دیکھ کر پاؤں لمبے کرنے چاہیں۔

جب سے لڑکی ہوش میں آتی ہے تو ماں اُسے دھاج کی باتیں سنانے لگتی ہے بیچاری بس اسی وقت سے کبھی ایک چیز جمع کرنے لگتی ہے اور کبھی دوسری۔ جب رامچندر جی بن باس گئے تو کیا سیتا جی کوئی دھاج رکھتی تھی۔ جس کو انہوں نے ۱۴ سال جنگل میں کام میں لایا۔ آج تو مذہب کی باتیں لوگوں کو کڑوی اور کسیلی لگتی ہیں۔ وہ مذہب کی باتوں پر چلنے کے بجائے اس پر کڑی تنقید کرتے ہیں ہماری سوسائٹی نے سماج کے سسکتے ہوئے درد کو محسوس کر کے ایک قانون پاس کیا جس کی رو سے دھاج دینے والے اور دھاج لینے والے پر قانونی گرفت ہوگی کیونکہ دھاج ایک سماجی بدعت ہے جس سے ایک بیوی اپنے خاوند سے نہیں مل سکتی ہے ایک وقت وہ بھی تھا جب تعلیم یافتہ لڑکی ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتی تھی۔ مگر آج تو بی اے اور ایم اے پاس لڑکیاں ہیں مگر سماجی بندھنوں میں جکڑی ہوئی ہیں ان کے پاس تعلیم ہے مگر دھاج نہیں ہے یہ ہر صورت میں قابل تحسین ہیں مگر آج سماج کی نظروں میں دھاج کے بغیر کم قیمت ہے ہمیں معلوم ہے کہ جو شخص اپنی لڑکی کو دھاج کے سہارے رشتہ کرتا ہے۔ وہ

رشتہ جلد ٹوٹتا ہے کیوں کہ یہ روحانی رشتہ نہیں ہے ہمارے سماج کو چاہیئے کہ وہ دھاج کی رسم کو چھوڑ کر روحانی رشتہ رچانے پر زور دیں جس سے ہمارے سماج کے پیسہ بچانے کے مواقع فراہم ہو سکیں اور سماجی زندگی بھی آسائش سے بسر ہو سکے۔

ختم شد

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

سنہ اشاعت ــــــ ١٩٨٨ء

قیمت ــــــ ٢٥ روپے

ناشر ــــــ شاہین پبلشرز

ڈسٹری بیوٹر

شیخ غلام محمد اینڈ سنز بکسیلرز

مائسمہ بازار ۔ بادشاہ چوک ۔ سرینگر کشمیر

شاہین بکسٹال اینڈ پبلشرز کی معیاری کتا

فکرِ اقبال کے بعض چند اہم پہلو جگن ناتھ آزاد	حکایاتِ کشمیر محمد الدین فوق	اجنبی راستے ڈاکٹر حامدی	لا ن۔م
چاند اجنبی ہے ڈاکٹر شکیل الرحمن	غالب ادیبوں کی نظر میں ظفر اقبال	زبان اور کلچر ڈاکٹر شکیل الرحمن	زخمی پنچھی شہناز رشید
کشمیر میں آبپاشی عبدالرحمن میر سرور	نفسیات اور اصولِ تعلیم نورالدین	سماجی تعلیم نورالدین	ناٹک کتھ صاحبزادہ محمد
اقبال ادیبوں کی نظر میں ظفر اقبال	غالب کے رومان ڈاکٹر عارف بٹالوی	اقبال کے آخری دو سال ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	سماجی شاع ڈاکٹر عزیز ا
شعور اور تنقیدی شعور ڈاکٹر شکیل الرحمن	مناظر قدرت کی عکاسی ڈاکٹر عزیز احمد	ہندوستان کی مختصر تاریخ صاحبزادہ محمود احمد	دست ڈاکٹر
رابندر ناتھ ٹیگور کا رومانوی ذہن ڈاکٹر شکیل الرحمن	جدید شاعری کے نئے چراغ ڈاکٹر شکیل الرحمن	شرح تصویرِ درد مع شکوہ و جوابِ شکوہ سلیم گیلانی	شا زین ال ڈاکٹر شکیل الرحمن

شیخ غلام محمد اینڈ سنز بک سیلرز مائسمہ بازار سرینگر کشم